

أَخْسَنَ اللَّهُ لَكَ الْعِزَاءَ يَا مَوْلَانِي يَا صَاحِبَ الرَّمَانِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حسین کا ذکر درد ہے اور مدد اور کے درد ہے

وَجَلَّتْ وَعْظَمَتْ مُصِيبَتُكَ فِي السَّيَاوَاتِ عَلَى جَيْبِعِ أَهْلِ السَّيَاوَاتِ

آپ ﷺ کی مصیبت، بہت بڑی اور بہت گراں ہے آسمانوں میں تمام ساکنان آسمان پر۔

زمیں اپنے محور پر چکر لگاتی ہوئی خورشید ضیا پاش کے چاروں طرف گھوم رہی ہے۔ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا نواسہ جو وارث رحمت اننبیاء و مرسلین تھا ۲۱ ناصری کو روز عاشورہ کربلا کی تینی زمین پر تین روز کی تشنه لمبی کے باوجود صحیح سے سہ پھر تک راہ خدا میں اپنے اصحاب و انصار اور جگر گوشوں کو بقاء دین اسلام کے لئے کفر و نفاق، دنیا پرست چند روزہ زندگی میں چند سکونوں کے لئے اغیار نابکار نام نہاد مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوتے بارگاہ ایزدی میں اپنی آخری قربانی پیش کی اور جناب زینب شریکہ الحسین علی کی شیر دل بیٹی، ثانی زہرانے جو عالمہ غیر معلمہ ہیں اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور فرمایا۔ اے آسمانوں اور ساکنان آسمان کے خالق ہماری اس قربانی کو قبول فرمائیا آواز دے رہی تھیں یہ وہ قربانی ہے جس نے ذبح عظیم کے اس وعدہ کو جو تو نے حضرت ابراہیم ﷺ سے اس وقت کیا تھا جب آپ اپنے بیٹے اسماعیل ﷺ کی گردن پر ذبح کرنے کے ارادے سے تیز دار چھری رکھ پکھ تھے کو عملی جامہ پہنایا اور تمام زینتوں کے ساتھ تکمیل و عده پر انتہام جحت کی ایک مہر ایسی ثابت کردی جو انسانیت کے ماتھے پر تا صلح قیامت دلکتی رہے گی۔ اور اہل زمین کے باس واد و باشور انسان اس کی روشنی سے صراط مستقیم پر گام زن ہیں سواد منزل انھیں اپنی طرف بلا تار ہے گا۔ زمین پر واقع ہونے والے اس عظیم حادثہ کا وہ منظر جب امام حسین فرزند رسول، جان بتوں، خاتون جنت کی آغوش کے پروردہ کے بے سر لاشہ کے قریب کھڑے ہو کر مولاۓ کائنات علی ابن ابی طالب ﷺ صاحب ذوالفقار، فاتح بدر و حنین کی بیٹی اپنے جد کی نیابت میں آسمان کی طرف دونوں ہاتھ بلند کر کے کہہ رہی تھی۔ اے آسمانوں اور اہل آسمان کے خالق ہماری اس قربانی کو قبول فرماتو وہ خدا وہی ہے جو ایسا صاحب قدرت ہے کہ صحر اکے ذروں کو گویاں دے سکتا ہے۔ اپنے حسین ﷺ کی اس قربانی کے لئے عرش کے ستونوں سے آواز نہ دی ہوگی۔ یقیناً یہی کنگرہ عرش سے آواز آئی ہو گی یَا يَأْتِهَا النَّفْسُ الْبُطْبَئِيَّةُ ارْجِعِنِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَّةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِنِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِنِي جَنَّتِي۔ ام المصالب، ثانی زہرا، خواہر حسین ﷺ کی آواز افلک میں گونج اٹھی ہوگی۔ تختیر ملائک اور فرشتگان آسمان یہ مناظر دیکھ کر اپنے اوپر رنج و غم اور سوگواری کی کیفیت کو طاری ہوتے ہوئے محسوس کیا تو کہہ اٹھے اے حسین ﷺ مظلوم اے بقاء دین اسلام کے ضامن اور اے بنائے لا الہ کی فرد فرید تجھ پر ہم اہل آسمان سلام کرتے ہیں اور آپ کی مصیبت ہم آسمان والوں کے لئے بڑی سخت اور گراں ہیں اور ہم سب آپ کی مصیبت میں سوگوار ہیں۔
..... باقی آخری صفحہ پر

مجلس امام حسین علیہ السلام

چیز کو حرام یا ناجائز سمجھا جا رہا ہے تو اس کے حرام اور ناجائز ہونے کے لئے دلیل ضروری ہے۔ الہذا جو لوگ محرم کی مجالس وغیرہ پر اعتراض کرتے ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اس کے حرام ہونے کی دلیل بیان کریں۔ چونکہ ان لوگوں کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے اور انھیں اس بات کا شاید احساس بھی ہے اس لئے اٹھے عزاداروں سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔

مجلس

سورہ بقرہ آیت ۱۵۲ میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ”فَإِذْ كُرْبَعَ أَذْكُرْ كُمْ“ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اس آیت کے ذیل میں اہل سنت کے بزرگ عالم جناب جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر الدر المنشور میں متعدد روایتیں ذکر کی ہیں۔ ذیل میں چند روایتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔
ا۔ خالد ابن ابی عمر کی روایت ہے۔ حضرت رسول خدا علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ أَطَاعَ اللَّهَ فَقَدْ ذَكَرَ اللَّهَ وَ إِنْ قَلَّتْ صَلَاتُهُ
وَصِيَامُهُ وَ تِلَاقُهُ الْفُقَرَاءُ أَنِّي وَ مَنْ عَصَى اللَّهَ فَقَدْ نَسِيَ
اللَّهَ وَ إِنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ وَصِيَامُهُ وَ تِلَاقُهُ.

(تفسیر الدر المنشور، ج ۱، ص ۱۲۹)

جس نے خدا کی اطاعت کی اس نے خدا کو یاد کیا گرچہ اس کی نمازیں روزے اور تلاوت قرآن کم ہی کیوں نہ ہو اور جس نے خدا کی نافرمانی کی اس نے خدا کو بھلا دیا گرچہ اس کی نمازیں روزے اور تلاوت قرآن زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

جیسے جیسے محرم قریب آتا ہے۔ کربلا والوں کی یاد، انتظام و اہتمام شروع ہونے لگتا ہے۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے فضائل و مناقب، مظالم و مصائب کے ذکر کی مجلسیں منعقد ہونے لگتی ہیں۔ رسول اور آل رسول علیہم السلام کے چاہئے والے جو ق در جو ق ان مجلسوں میں شریک ہونے لگتے ہیں۔ مگر بعض لوگ خواہ مخواہ درد میں مبتلا ہو جاتے ہیں انھیں نہ معلوم یہ مجلسیں کیوں اچھی نہیں لگتی ہیں۔ طرح طرح کے فتوے صادر ہونے لگتے ہیں ان مجلس کی افادیت پر بحث ہونے لگتی ہے۔ وقت کی قیمت کا تذکرہ ہونے لگتا ہے۔ محرم کے زمانہ میں وقت کی قیمت کا احساس کچھ زیادہ ہی ہونے لگتا ہے۔ اصلاح قوم اور اصلاح معاشرہ کی گفتگو ہونے لگتی ہے۔ اس طرح کی باتوں سے کبھی کبھی اپنے بھی متاثر ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ لوگ تو ان مجلسوں کو باقاعدہ بدعت قرار دیتے ہیں اس کے انعقاد کو اس میں شرکت کرنے کو گناہ قرار دیتے ہیں۔ تعریف اور ذوالجناح کے بارے میں سوال اٹھاتے ہیں۔ آئیے دیکھیں اللہ کی کتاب قرآن اور اس کے رسول علیہ السلام کی سنت و حدیث میں کیا بیان کیا گیا ہے۔

اصل حیثیت ہے محترم نہیں!

دین مقدس اسلام نے بنیادی طور پر چیزوں کو حلال اور پاک قرار دیا ہے ”کُلُّ شَيْءٍ لَكَ حَلَان“ ہر چیز تمہارے لئے حلال ہے اور ”کُلُّ شَيْءٍ عَلَكَ طَاهِر“ ہر چیز پاک ہے جب تک اس کے حرام یا نجس ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حرام اور نجس ہونے کے لئے دلیل درکار ہے۔ حلال اور پاک ہونے کے لئے نہیں اس بنابر اگر کسی

تم لوگ کہاں سے آرہے ہو یہ کہتے ہیں ہم تیرے
بندوں کے پاس سے آرہے ہیں جو تیری تسبیح کر رہے
تھے بکیر کہہ رہے تھے تیری حمد کر رہے تھے خدا
فرماتا۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں
ہرگز نہیں خدا فرماتا ہے اگر مجھے دیکھتے تو کیا ہوتا؟
فرشتے کہتے ہیں اگر تجھے (دل کی نگاہوں سے) دیکھے
لیتے تو اور زیادہ تیری عبادت کرتے زیادہ حمد و شنا
کرتے زیادہ تسبیح کرتے۔ خدا فرماتا ہے یہ لوگ
کیامانگ رہے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں یہ لوگ تجھ سے
جنت کا سوال کر رہے ہیں انھیں تیری جنت کی
خواہش ہے۔ خدا فرماتا ہے کیا ان لوگوں نے جنت
دیکھی ہے فرشتے کہتے نہیں دیکھی ہے خدا فرماتا ہے
اگر جنت دیکھ لیتے تو کیا ہوتا فرشتے کہتے ہیں اگر دیکھے
لیتے تو اور زیادہ شوق سے اس کا مطالبہ کرتے اس کی
طلب اور زیادہ بڑھ جاتی۔ خدا فرماتا ہے یہ لوگ کس
چیز سے پناہ مانگ رہے ہیں فرشتے کہتے ہیں جہنم کی
آگ سے۔ خدا فرماتا ہے کیا ان لوگوں نے اس کو
دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں دیکھا ہے خدا فرماتا
ہے اگر ان لوگوں نے جہنم کو دیکھا ہوتا تو اس سے اور
زیادہ بچا گتے ہیں اور کہیں زیادہ خوف زدہ رہتے۔

خدا فرماتا ہے۔ میں تم لوگوں کو گواہ بنائے کہتا ہوں
میں نے ان کو معاف کر دیا اس وقت ملائکہ کہتے ہیں
وہاں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ذکر کے لئے نہیں آیا
تھا وہ ایک حاجت لے کر آیا تھا۔

خدا فرماتا ہے۔ یہ وہ لوگ جن کا ہم نہیں کبھی شقی نہ
ہو گا۔ (یعنی ان کے ساتھ وہ بھی معاف کر دیا جائے گا)

(الدر المنشور جلد اص ۱۵۰-۱۵۱)

۲۔ معاذ بن انس کی روایت ہے حضرت رسول خدا ﷺ نے
فرمایا: خدا فرماتا ہے۔

لَا يَدْكُرُنِي أَحَدٌ فِي نَفْسِهِ إِلَّا ذَكَرْتُهُ فِي مَلَائِكَةٍ مِنْ
مَلَائِكَتِي وَلَا يَدْكُرُنِي فِي مَلَائِكَةٍ إِلَّا ذَكَرْتُهُ فِي رَفِيقِ
الْأَعْلَى.

جب کوئی مجھے دل میں یاد کرتا ہے میں ملائکہ میں
اس کا تذکرہ کرتا ہوں اور جب کوئی مجمع میں مجھے یاد
کرتا تو میں ”رفیقِ عالیٰ“ (جنت کا بلند ترین درجہ)
میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔

(ماخذ سابق)

۳۔ ابو ہریرہ اور ابو سعید نے حضرت رسول خدا ﷺ سے یہ
روایت نقل کی ہے:

”جب کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں تو ملائکہ
ان کو گھیر لیتے ہیں رحمتیں ان پر چھا جاتی ہیں سکینہ
ان پر نازل ہوتا ہے جو لوگ وہاں ہوتے ہیں خدا ان
کا ذکر کرتا ہے۔“

(الدر المنشور جلد اص ۱۵۰)

۴۔ بخاری و مسلم نے اور نبیقی نے الاسماء والصفات میں ابو ہریرہ
کے ذریعہ حضرت رسول خدا ﷺ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفاء کر رہے ہیں :

”خداوند عالم کے پاس ایسے فرشتے ہیں جو راستوں میں
چلتے رہتے ہیں اور اہل ذکر کو تلاش کرتے رہتے ہیں
جب کچھ لوگوں کو ذکر خدا میں مشغول دیکھتے ہیں ان
سے کہتے ہیں لبی حاجتیں بیان کرو۔ وہ ان کو آسمان
تک اپنے پروں میں گھیر لیتے ہیں جب یہ مجلس ذکر ختم
ہو جاتی ہے تو فرشتے آسمان میں واپس چلے جاتے ہیں۔
خدا ان سے دریافت کرتا ہے جب کہ وہ سب جانتا ہے۔

جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھ کر خداوند عالم کا ذکر کرتے ہیں تو جب اس مجلس سے اٹھتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کھڑے ہو تمہیں معاف کر دیا گیا اور برائیاں نیکیوں میں بدل دی گئیں۔

۸۔ نبیقی نے عبد اللہ بن مغفل سے روایت کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا:

وَمَا مِنْ قَوْمٍ أَجْتَمَعُوا فِي مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوا وَلَمْ يَذْكُرُوا إِلَّا كَانَ ذُلِّكَ عَلَيْهِمْ حَسْنَةً فَيُؤْمِنُ الْقِيَامَةُ (ماخذ سابق)

جب کچھ لوگ مجلس میں جمع ہوتے ہیں اور اٹھتے ہیں اگر اس مجلس میں خدا کا ذکر کرنے ہو تو قیامت کے دن حرتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۹۔ ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے: ”جس گھر میں خدا کا ذکر ہوتا ہے وہ گھر آسمان والوں کے لئے اس طرح چکلتا ہے جس طرح ستارے الٰل زمین کے لئے۔“

(الدر المنشور جلد اص ۱۵۲)

۱۰۔ بزار نے انس سے روایت کی ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خداوند عالم کے پاس ایسے فرشتے ہیں جو گھومتے رہتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں جب اس طرح کی کوئی مجلس مل جاتی ہے تو ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اپنا نام سننہ خدا کی بارگاہ میں بھجتے ہیں اور عرض کرتے ہیں خدا یا ہم تیرے ان بندوں کے درمیان ہیں جو تیری نعمتوں کی عظمت کا ذکر کر رہے ہیں۔ تیری کتاب کی تلاوت کر رہے ہیں تیری نبی پر درود وسلام بھیج رہے ہیں اور

۵۔ ابن ابی شیبہ نے احمد و مسلم و ترمذی ونسائی نے معاویہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے ایک گروہ سے گذرے ان سے دریافت کیا تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو کہنے لگے ہم یہاں بیٹھے ہیں اسلام نے ہمیں جو بدایت دی ہے ہم یہاں بیٹھے ہو خدا کا ذکر کر رہے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا خدا کی قسم لوگ صرف اس لئے یہاں بیٹھے ہو عرض کرنے لگے خدا کی قسم ہم صرف اس لئے یہاں بیٹھے ہیں آنحضرت نے فرمایا میں بلا وجہ قسم نہیں کھارہا ہوں۔ جبریل میرے پاس آئے تھے اور مجھے یہ خبر دی ہے: خداوند عالم ملائکہ کے درمیان تم لوگوں پر مبارکات کر رہا ہے۔

(الدر المنشور جلد اص ۱۵)

۶۔ احمد، براز، ابو یعلی اور طبرانی سے انس سے روایت کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا:

”جو لوگ جمع ہو کر صرف اللہ کے لئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں آسمان سے ندا آتی ہے انھو خدانے تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔“

(ماخذ سابق)

۷۔ طبرانی سے سہیل بن حظیلیہ سے روایت کی ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا جَلَسَ قَنْمَرَ مَجْلِسًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ فَيَقُولُونَ حَتَّى يُقَالَ لَهُمْ قُوْمُوا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ.

(الدر المنشور جلد اص ۱۵)

لوگوں نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں؟
فرمایا:

یہ مختلف قوم اور قبیلوں کے لوگ ہیں جو خداوند عالم
کے ذکر کی خاطر ایک جگہ جمع ہوتے تھے اور کلام کے
بہترین حصہ کو اس طرح چن لیتے تھے جس طرح
بہترین بھوریں منتخب کی جاتی ہیں۔

(ماخذ سابق)

ان روایتوں کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے:
جو لوگ ذکر خدا کے لئے جمع ہوتے ہیں اس کو "مجلس" سے
تعییر کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقے اور مذاہب اپنے
اپنے انداز سے خدا کا ذکر کرتے ہیں لیکن کوئی اس کو "اجتماع"
سے تعییر کرتا ہے کوئی اس کو "جلس" کہتا ہے کوئی "عرس"
کہتا ہے کوئی "میلاد" کوئی "مولود" کوئی "محفل سماع" سے
تعییر کرتا ہے اگر کسی چیز کو مجلس سے تعییر کیا جاتا ہے یہ وہ جگہ
ہے جہاں لوگ جمع ہو کر اہل بیت اطہار علیہ السلام کے فضائل و
مصالح بیان کرتے ہیں۔ یہ خدا کی عنایت ہے اپنی مجلس ذکر
کو صرف اہل بیت علیہ السلام کی مجلس سے مخصوص کیا ہے۔
اس طرح کی مجلسوں میں شرکت

- ۱۔ خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔
- ۲۔ یہ جنت کے بلند ترین درجات میں تذکرہ کا سبب ہے۔
- ۳۔ ملائکہ کی ہم نشینی کا سبب ہے۔
- ۴۔ رحمتوں کے نزول کا سبب ہے۔
- ۵۔ جنت کا سبب ہے۔
- ۶۔ جہنم کی آگ سے نجات کا سبب ہے۔
- ۷۔ خدا کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی کا سبب ہے۔
- ۸۔ بزم ملائکہ میں خدا کی مبارکات کا سبب ہے۔

تجھ سے اپنی آخرت اور دنیا طلب کر رہے ہیں۔
خدا ان سے فرماتا ہے: ان لوگوں کو میری رحمت سے
مالا مال کر دو، یہ ایسے اہل مجلس ہیں کہ جن میں
شریک ہونے والا کبھی بد جنت نہ ہو گا۔

(ماخذ سابق)

۱۱۔ ابن ابی دنیانے، برازنے، ابو یعلی، طبرانی، حاکم (حاکم نے
اس روایت کو صحیح روایت قرار دیا ہے) اور نیقی نے الدعوات
میں جابر سے روایت نقل کی ہے:

ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس
تشریف لائے اور فرمایا! خداوند عالم کے پاس متحرک
ملائکہ ہیں جو ٹھیک رہتے ہیں اور جب مجلس ذکر دیکھتے
ہیں تو ٹھہر جاتے ہیں۔ تم لوگ جنت کے باغ میں سیر
کرو۔ اصحاب نے دریافت کیا یہ جنت کے باغ کہاں
ہیں؟ فرمایا ذکر کی مجلسیں۔ خدا کے ذکر میں صحیح کرو،
شام کرو، دل میں خدا کا ذکر کرو جو یہ جانا چاہتا ہے کہ
خدا کے نزدیک اس کی قدرو منزالت کیا ہے وہ یہ
دیکھے اس کے نزدیک خدا کی قدرو منزالت کیا ہے خدا
اپنے بندہ کو وہی درجہ دے گا جو بندہ خدا کو اپنے دل
میں عطا کرے گا۔"

(ماخذ سابق)

۱۲۔ طبرانی نے عمر بن عبد سے روایت کی ہے حضرت رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سننا:
رحمٰن کے دامنی جانب اور اس کو دونوں جانب دامنے
ہیں ایسے افراد ہوں گے جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء
ان کے چہرے نہایت نورانی ہوں گے ان کی عظمت و
منزلت اور خداوند عالم سے ان کی قربت دیکھ کر
انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔

یہ وہ مجلسیں ہیں جنہیں میں پسند کرتا ہوں اے فضیل
ہمارے امر کو زندہ کرو خدا اس پر رحم کرے جو
ہمارے امر کو زندہ کرے۔
اے فضیل جس نے ہمارا تذکرہ کیا یا جس کے سامنے
ہمارا تذکرہ کیا گیا اور اس کی آنکھوں سے مکھی کے پر
کے برابر آنسو نکل آئے خداوند عالم اس کے تمام
گناہ معاف کر دے گا گرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے
برابر کیوں نہ ہو۔“

(ماخذ سابق ۲۳۹۵)

ہو سکتا ہے کہ بعض روشن فکروں کے ذہن میں یہ سوال آئے۔
کہاں ایک ذرا سا آنسو اور کہاں بے پناہ گناہوں کی بخشش۔ تو اس
کا جواب یہ ہے جب خدا صدق دل سے ایک مرتبہ کے استغفار
سے سارے گناہ معاف کر سکتا ہے تو آنسو ایک قطرہ بھی تو
صدق اقت قلب کی علامت ہے اس کے علاوہ خدا اگر معاف کر رہا
ہے تو کسی دوسرے کے حصہ سے تو معاف نہیں کر رہا ہے وہ اپنے
فضل و کرم سے معاف کر رہا ہے۔ خدامالک و مختار ہے جس طرح
سے چاہے معاف کر دے کسی کو اعتراض کا ہر گز حق نہیں ہے۔

ذکر اہل بیت ذکر خدا

ان روایتوں کو پڑھنے کے بعد ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ بات
آئے ان روایتوں میں ”ذکر خدا“ کی بات کہی گئی ہے اور بات
ہو رہی ہے مجلس امام حسین علیہ السلام کی ان دونوں میں کیا ربط ہے؟
اس سوال کے سلسلے میں مندرجہ روایتوں سے جواب واضح
ہو جائے گا۔

۱۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

ذُكْرُ اللَّهِ عِبَادَةٌ وَذُكْرُ نِعِمَّا عِبَادَةٌ وَذُكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ، وَ

- ۹۔ برائیوں کا نیکیوں میں تبدیل ہونے کا ذریعہ ہے۔
- ۱۰۔ آسمان میں ستاروں کی طرح روشن ہونے کا سبب ہے۔
- ۱۱۔ ان مجلسوں میں شرکت کرنے والا کبھی بدجنت نہ ہو گا۔
- ۱۲۔ ان مجلسوں میں آنا ایسا ہے جیسے جنت کے باغات میں
سیر کرنا۔
- ۱۳۔ قیامت میں چہروں کی نورانیت کا سبب ہے۔
- ۱۴۔ خدا سے قربت کا سبب ہے۔
- ۱۵۔ انبیاء اور شہداء کے رشک کا سبب ہے۔

ان روایتوں کے علاوہ اہل بیت ﷺ کی روایتوں میں ”مجلس
ذکر“ پر خاص تاکید کی گئی ہے۔ ذیل میں چند روایتوں کا تذکرہ
کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
”اگر کسی مجلس میں کچھ لوگ جمع ہوں اس مجلس میں نہ
خدا کا ذکر کریں اور نہ ہمارا تذکرہ کریں وہ مجلس میدان
قیامت میں ان کے لئے حرمت کا سبب ہو گی۔“

(میزان الحکمہ نمبر ۲۳۹۲۔ جلد ۲)

۲۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:
”اگر کوئی مجلس میں بیٹھ کر ہمارے امر کو زندہ کرتا
ہے تو جس دن تمام قلوب مردہ ہوں گے اس کا قلب
زندہ رہے گا۔“

(ماخذ سابق ۲۳۹۲)

یعنی مجلس اہل بیت ﷺ برپا کرنے والوں کے دل قیامت کے
دن زندہ رہیں گے یہ مجلس والے قیامت میں زندہ دل رہیں گے۔
۳۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب فضیل سے دریافت کیا:
کیا تم لوگ آپس میں بیٹھتے ہو اور ہماری حدیثوں کا
تذکرہ کرتے ہو؟

عرض کیا جی ہاں میں آپ پر قربان۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

انبیاء و مرسلین کے وارث و نمائندہ ہیں تو اب ان پر حملہ خدا اور رسول اور انبیاء و مرسلین پر حملہ ہے۔ ان کا قتل خدا و رسول کا قتل ہے۔ ان کا قاتل خدا اور رسول کا قاتل ہے اس طرح کے قاتلوں اور ظالموں کے لئے زمگوشہ رکھنا گویا خدا و رسول کے قاتلوں سے دوستی کرنا ہے اس طرح کی دوستی یقیناً ایمان باللہ اور بالرسول کے خلاف ہے جب امام حسین علیہ السلام نے اپنی تمام ذات و شخصیت خدا کی مرضی میں فنا کر دی اور خود جسم مرضی پر ورد گار ہو گئے تو اب ان کا ذکر یقیناً خدا کا ذکر ہے ان کی یاد خدا کی یاد ہے ان کا تذکرہ خدا کا تذکرہ ہے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ لہذا وہ تمام ثواب و درجات جوڑ کر خدا کے لئے ذکر ہوئے ہیں وہ امام حسین علیہ السلام کے ذکر سے حاصل ہوں گے بشرطیکہ ان مجالس کو خدا اور رسول کی خاطر منعقد کیا جائے اور نیت حصول قربت خدا اور رسول و اہل بیت علیہم السلام ہو۔

امام حسین علیہ السلام محافظ توحید

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے اگر حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں بے مثال قربانی پیش نہ کی ہوتی تو دین اسلام کا نام مست گیا ہوتا۔ امام حسین علیہ السلام نے قربانی دے کر دین اسلام کو بچایا ہے۔ دین مقدس اسلام کی ایک اہم اصل بلکہ تمام بنیادوں کی بنیاد توحید ہے اس حقیقت کو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

شاہ هست حسین بادشاہ هست حسین
دین است حسین دین پناہ هست حسین
سرداد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ هست حسین
بنالا الہ کی بنیاد یعنی توحید کی بنیاد۔
علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ذکرُ الْأَئِمَّةِ مِنْ وُلُدِنِ عِبَادَةٍ

(الاختصاص ۲۲۲- ۳۶۰ / بحار)

اللہ کا ذکر عبادت ہے میرا ذکر عبادت ہے علی کا ذکر عبادت ہے اور علی کی نسل کے لاماؤں کا ذکر عبادت ہے۔ ۲۔ ایک روایت میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

زَيْنُوا مَجَالِسَكُمْ بِذِكْرِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

(بشارۃ المصطفی، ص ۲۱؛ بحار، ج ۳۸، ص ۱۹۹)

لپنی مجلسوں کو علی بن ابی طالب کے ذکر سے زینت دو اہل بیت علیہم السلام اور خاص کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے خدا کی خاطر صرف اور صرف اس کے دین کی حفاظت کی خاطر قربانیاں دی ہیں۔ اب امام حسین علیہ السلام کا تذکرہ خدا کے ذکر سے جدا نہیں ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں اس طرح کے جملہ بار بار اور جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ السلام علیک یا شار اللہ وابن شارہ۔ شار کے معنی لغت میں اس طرح بیان کئے گئے ہیں مقتول کے خون کا مطالبہ کرنا۔ شار اللہ یعنی خدا کے خون کا مطالبہ کرنا۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے خدا کوئی جسم نہیں ہے جس میں خون ہو۔ خدا قبل قتل نہیں ہے خدا کوئی دکھائی دینے والی چیز نہیں ہے جس کو قتل کر دیا جائے امام حسین علیہ السلام شار اللہ اور شار اللہ کے فرزند ہیں۔

اس بات کو ایک مثال سے واضح کیا جاسکتا ہے اگر کسی ملک میں کسی ملک کا کوئی سفیر اور نمائندہ ہو اور اس نمائندہ، کو اس ملک کی دشمنی اور عداوت میں قتل کر دیا جائے تو یہ اس ایک خاص شخص پر حملہ نہیں ہے بلکہ یہ اس ملک پر حملہ ہے اور اس ملک کی توهین اور قتل ہے کیونکہ نمائندہ اور سفیر قتل کیا گیا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام پر جنت خدا ہیں نمائندہ الہی ہیں ولی اللہ ان کی پوری شخصیت آئینہ صفات جمال و جلال خداوندی سے دین خدا کے محافظ ہیں رسول خدا علیہ السلام کی شریعت کے ذمہ دار ہیں وارث رسالت و نبوت ہیں بلکہ تمام

کئے گئے ہیں وہ بیان ہوتے ہیں اور روایتوں میں جو شہادت بیان کی گئی ان کی بعض تفصیلات بیان کی جاتی ہیں اس کے علاوہ وہ مرشیہ پڑھے جاتے ہیں جو جناتوں نے حوروں نے اور جناب ام سلمہ نے اور دیگر صحابہ نے پڑھے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ دردناک خواب جو جناب ابن عباس اور دیگر صحابہ نے دیکھے وہ بیان کئے جاتے ہیں اور اس بے پناہ دردو غم کرب و الٰم کا تذکرہ ہوتا ہے جو حضرت رسالت مَنَّاَبُ اللَّٰهِ يَٰٰمُ کی روح مبارک کو پہونچے ہیں اس کے بعد ختم قرآن ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی پانچ آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور ماحضر پر فاتحہ دلایا جاتا ہے اور اس وقت ایک خوش آواز سلام یا مرشیہ پڑھتا ہے اس وقت مجلس میں موجود لوگ اور اس فقیر پر گریہ وبکاطاری ہوتا ہے۔

یہ وہ چیز ہے جس پر برابر عمل ہوتا ہے اگر یہ چیزیں مذکورہ صورت میں جائز نہ ہو تو اس کو ہرگز انجام نہ دیا جاتا۔“

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ بیان مجلس ہے جس میں ذکر فضائل و مناقب اہل بیت کا تذکرہ ہے مصائب کا ذکر ہے۔ مرشیہ اور نوحہ کا تذکرہ، تبرک ہے۔ مجلس میں کھانے کی تقسیم ہے اور اس کھانے پر فاتحہ ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے حضرت رسول خدا اللَّٰهُ يَٰٰمُ کو نہایت درجہ دردو غم ہے اور جب حضرت رسول خدا اللَّٰهُ يَٰٰمُ نے خواب میں ذکر جناب ابن عباس اور دیگر صحابہ سے واقعہ کر بلایا بیان فرمائے تو خود حضرت رسول خدا اللَّٰهُ يَٰٰمُ نے مجلس پڑھی ہے اور روایتوں میں ہے ان لوگوں نے حضرت رسول خدا اللَّٰهُ يَٰٰمُ کو اس حال میں خواب میں دیکھا کہ چشم مبارک سے آنسو روائی تھے ہاتھوں میں خاک و خون تھا۔ ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں شہداء کربلا کا خون تھا۔ سر پر غبار تھا۔ لباس مبارک پر شہداء کا خون لگا ہوا تھا۔ اس طرح حضرت رسول خدا اللَّٰهُ يَٰٰمُ نے یہ صرف مجلس امام حسین علیہ السلام پڑھتے ہیں اس کے بعد یہ فقیر مجلس میں حاضر ہوتا ہے حدیث شریف میں حسین کے جو فضائل ذکر امام حسین علیہ السلام میں شرکت کا انداز کیا ہو۔

بھر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است
وہ حق کی خاطر خاک و خون میں نہائے ہیں اس بنابرود
لا الہ کی بنیاد قرار پائے ہیں جو لا الہ کی بنیاد ہو اس کا
ذکر ذکر خدا کیوں نہ ہو۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مجلس امام حسین علیہ السلام
جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے شیعوں کی رد میں مشہور زمانہ کتاب ”تحفہ اثنا عشری“ تحریر کی ہے۔ ان کی ایک کتاب ”فتاویٰ عزیزی“ مطبوعہ دہلی سے اس کتاب صفحہ ۱۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ہم یہ اقتباس ہندوستان کے گرفتار علمی رسالے ”اصلاح“ جلد ۳۲، نمبر ۱، محرم الحرام ۱۴۲۷ھ سے نقل کر رہے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی ایک صاحب کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”فقیر عبدالعزیز سلام مسنون کے بعد عرض کرتا ہے۔

آپ کا گرامی نامہ مرشیہ خوانی وغیرہ کے سلسلے میں موصول ہوا اس وقت فقیر کو طولانی عبارت سننے کی طاقت نہیں ہے چہ جائیکہ طولانی عبارت لکھنا۔

اس فقیر کے یہاں جو کچھ معمول ہے اور جو ہوتا ہے وہ تحریر کر رہا ہوں اور اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔

سال میں دو مجلسیں اس فقیر کے گھر میں منعقد ہوتی ہیں: ایک مجلس ذکر وفات شریف۔ (رسول خدا اللَّٰهُ يَٰٰمُ کی وفات کی مجلس) دوسرا مجلس شہادت حسین کی۔

عاشروں سے ایک دو روز پہلے چار سو، پانچ سو بلکہ ہزار افراد جمع ہوتے ہیں درود وسلام پڑھتے ہیں اس کے بعد یہ فقیر مجلس میں حاضر ہوتا ہے حدیث شریف میں حسین کے جو فضائل ذکر

شرح زیارت ناحیہ

(امتحن محرم الحرام خصوصی شمارہ ۲۳۴ء، پچھلے شمارے سے جاری)

ہو۔

(سورہ بقرہ ۲، آیت ۱۵۲)

یقیناً امام حسین علیہ السلام سے بڑا شہید فی سبیل اللہ کون ہو سکتا ہے؟ اُن کا تلقب ہی سید الشہداء ہے، یعنی تمام شہداء کے سردار۔ اب آئیے لفظ مظلوم کا مختصر جائزہ لیتے ہیں: دین مقدس اسلام میں جہاں ظالم کی مدد کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے، وہیں مظلوم کی مدد کرنے پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

مظلوم کی نصرت

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام فرماتے ہیں:
أَحْسَنُ الْعِدْلِ نُصْرَةُ الْمُظْلُومِ
بہترین انصاف مظلوم کی مدد کرنا ہے۔

(غراحلکم، ح ۱۰۲۱)

إِذَا رَأَيْتَ مَظْلُومًا فَاعْنُهُ عَلَى الظَّالِمِ
جب تم کسی مظلوم کو دیکھو تو ظالم کے خلاف اس کی
مدد کرو۔

(غراحلکم، ح ۱۰۳۶۲)

آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا:
وَ كُونَا بِالظَّالِمِ حَصَّاصاً وَ لِلْمُظْلُومِ عَوْنَا
تم (امام حسن اور امام حسین علیہما السلام) دونوں ظالم کے
لئے خصم اور مختلف بنتا اور مظلوم کے لئے مددگار۔
(نیج البلاغہ، خط شمارہ ۲۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:
مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعِينُ مُؤْمِنًا مَظْلُومًا إِلَّا كَانَ أَفْضَلَ

السَّلَامُ عَلَى الْقَتِيلِ الْمُظْلُومِ
سلام ہو انتہاء مظلومیت کے ساتھ قتل ہونے والے پر
اس فقرے میں امام حسین علیہ السلام کے لئے دو صفتیں استعمال کی گئی ہیں: قتیل اور مظلوم۔ قتیل یعنی جسے قتل کیا گیا ہو۔ عربی لغت میں بروزن فعلی ہے اور معنی کے اعتبار سے اسم مفعول ہے۔ مشہور ماہر لغت ابن منظور لکھتے ہیں:

وَ رَجُلٌ قَتِيلٌ: مَقْتُولٌ—وَ الْجَمِيعُ قُتَّلَاءُ
قتیل یعنی جسے قتل کیا گیا ہو اور اس کا جمع ہے قتلاء

(سان العرب، ج ۱۱، ص ۵۲۷ مذہق-ت-ل)
دوسر الفاظ ہے المظلوم یعنی جس پر ظلم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کرچکے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرتے ہیں انہیں "الْقَتِيلُ فِي سَبِيلِ اللهِ" کہا گیا ہے۔ اسکے لئے قرآن میں لفظ شہید استعمال نہیں ہوا ہے۔ بہر حال، اللہ کی کتاب میں بوضوح اعلان ہو رہا ہے:

وَ لَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًاٌ بَلْ
أَحْيَاهُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرِيدُونَ ۝

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں انہیں مردہ نہ کہنا۔ نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور انکے پروردگار کے نزدیک انہیں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔

(سورہ آل عمران ۳، آیت ۱۶۹)

وَ لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌٌ بَلْ
أَحْيَاهُ عِنْدَ لِكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں انہیں مردہ نہ کہنا۔ نہیں وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھ رہے

سب سے کارگر تیر مظلوم کی بد دعا ہے۔

(غراجم، ح ۳۷۶۰)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کامنے والا، آپ پر گریہ کرنے والا اور آپ کی مصیبتوں پر فرشِ عزا بچانے والا کبھی کسی پر ظلم نہیں کرے گا چاہے وہ اسکے والدین ہوں، الہیہ ہوں، بچے ہوں، رشتہ دار ہوں، دوست احباب ہوں، وغیرہ۔ کیونکہ مظلوم اور عرشِ الہی کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا اور اگر مظلوم دستِ دعا بلند کر دے، تو پھر خداوند متعال اسکی دعا ضرور مستجاب کرتا ہے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

اب جب روایات میں مظلوم کی دعا کو اتنی اہمیت دی گئی ہیں، تو اس میں کون سی تجуб کی بات ہے کہ تاریخ انسانیت کا بزرگ ترین مظلوم اپنے شیعوں کے حق میں خداوند متعال سے غفو و بخشش کی دعا کرے، اور اللہ اس کی دعا کو مستجاب کرے؟ اللہ اس بات کا شاہد ہے کہ لوگ عزاداری مظلوم کرbla اور اسکے اثرات کا مذاقِ اڑاتے ہیں اور رونا اور گریہ کی قوتِ شفاعت کو قبول نہیں کرتے، وہ دراصل امام حسین علیہ السلام کی عظیم قربانی اور مظلومیت کے مفہوم کو درک ہی نہیں کرپائے ہیں۔

یہاں بیجانہ ہو گا اگر تاریخ بشریت کے اور بزرگ مرتبہ مظلوم کا ذکر کریں، اور وہ ہیں، ہمارے اور آپ کے مولا، امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

قَالَ إِنِّي لَا أَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ وَ مَا زِلتُ مَظْلُومًا مُّنْذُ
قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَقَاتَمَ
الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ لَعَنْهُ اللَّهُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
لَمْ تَخْطُبُنَا خُطْبَةً مُّنْذُ قِدْمَتِ الْعِرَاقِ إِلَّا وَ قُلْتَ وَ اللَّهُ
إِنِّي لَا أَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ، وَ مَا زِلتُ مَظْلُومًا مُّنْذُ
قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ لَهَا

مِنْ صِيَامٍ شَهِرٍةً اَعْتَكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ الْحَمَامِ
ایک مومن کا دوسرے مظلوم مومن کی مدد کرنا
ایک مہینے کے (مستحب) روزے اور خانہ کعبہ میں
اعتكاف کرنے سے افضل ہے۔

(ثواب الاعمال، ص ۱۲۷)

البتہ یہ بات قارئین کرام کے اذہان عالیہ میں محفوظ رہے کہ مظلوم کی نصرت اور مدد بھی شریعت کے دائرہ اور انہے معصومین علیہما السلام کی تعلیمات کے تحت ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے جذبات ہم پر حاوی ہو جائیں اور ہم مظلوم کی مدد کرنے کی ہوس میں اپنے حدود سے تجاوز کریں اور اہل بیت علیہما السلام کی تعلیمات کا پاس و لحاظ نہ رکھیں۔ لہذا، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مراجع دینی (حفظہ اللہ) کی ہدایت میں یہ کام انجام دیں اور انکے احکام کی تعمیل کریں، نہ یہ کہ اپنے جذبات کی اتباع اور پیروی۔

مظلوم کی بد دعا سے ڈرنا چاہئے

ظالم اس بات کو نہ بھولے کے ایک خدا بھی ہے جو دعاؤں کو سننے والا ہے۔ اور وہ افراد جنکی دعائیں سریع الاجابہ ہیں (یعنی بہت جلد قبول ہوتی ہیں) ان میں سے ایک مظلوم ہے۔

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنْتُقُوا دَعْوَةَ الْمُظْلُومِ فَإِلَهٌ يَسْأَلُ اللَّهُ حَقَّهُ وَ اللَّهُ
سُبْحَانَهُ أَكْرَمُ مَنْ أَنْ يُسْأَلَ حَقًا إِلَّا جَاءَ بِهِ

مظلوم کی بد دعا سے ڈر و کیونکہ وہ اللہ سے اپنا حق طلب کرتا ہے اور اللہ سمجھا۔ اس سے زیادہ کریم ہیں کہ اس سے حق طلب کیا جائے مگریہ کہ وہ اس دعا کو مستجاب کرے۔

(غراجم، ح ۱۰۳۸۹)

أَنْفُدُ السِّهَامِ دَعْوَةَ الْمُظْلُومِ

خوف نے مجھے اپنے حق لینے سے روکا بلکہ جس چیز نے
روکا ہے وہ عہد تھا، جو میں نے اپنے بھائی، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ آپ نے مجھے خبر دی تھی کہ اے ابو
الحسن! عنقریب یہ امت تمہارے خلاف غداری کرے
گی اور میرے عہد و پیمان کو توڑ دیگی۔ تم میرے لئے
ایسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے۔ میں نے
دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ایسے حالات
ہوں تو میرا کیا فرضیہ ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”اگر تم اعوان و انصار پانا، تو انکے خلاف کھڑے ہونا اور
آن سے جہاد کرنا، اور اگر یاور و مددگار نہ پانا، تو ان پے
ہاتھوں کو روک لینا اور اپنے خون کو محفوظ رکھنا جب تک
کہ تم مجھ سے ایک مظلوم کی طرح آکرنا ملو۔“

(بخار الانوار، ج ۲۹، ص ۳۱۹، باب ۱۳)

اس میں شک نہیں کہ علی اور اولاد علی علیہ السلام سے بڑھ کر تاریخ
بشریت میں کوئی مظلوم نہیں۔ انکے ہر چانہ والے کی ذمہ داری
ہے کہ وہ انکی مدد اور نصرت کرے۔ دامے در ہمے سخن آج کا دور،
دورِ علم و دانش و فرہنگ ہے۔ دشمنانِ دین کے اصل حملے انہیں
میدانوں میں ہو رہے ہیں۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے راہنماؤں
کی اور انکے عقیدوں کی ان میدانوں میں دفع کریں۔ اور ہم
وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ اس دورِ فتنہ و فساد میں ہمارا ایمان
ہمارا عقیدہ محفوظ رہے اور ہم ائمہ معصومین علیہما السلام کی بتائی ہوئی راہ
پر چلتے رہیں۔ یہی نہیں بلکہ یہ دھیان رہے کہ قتل المظلوم کا مقتوم
ہمارے حالات و اقدامات پر نظر رکھے ہوئے ہے اور اہل خیر کے
لئے جو امام حسین علیہ السلام کے عزادر ہیں ان کے خیر و برکت و
حافظت کے لئے دعا بھی کرتا ہے اور امین و ضامن بھی ہے۔

(بقیہ آئندہ، انشاء اللہ)

وَلِيْ تَهْمَمْ وَعَدِيْ، أَلَا ضَرْبَتْ بِسَيْفِكَ دُونَ ظُلْمَاتِكَ
فَقَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ
يَا ابْنَ الْخَتَارَةِ قَدْ قُلْتَ قَوْلًا فَاسْتَبِعْ، وَاللَّهُ مَا
مَنَعَنِي الْجُنُبُنَ وَلَا كَاهِيَةُ الْبَوْتَ، وَلَا مَنَعَنِي ذَلِكَ
إِلَّا عَهْدُ أَخِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، خَبَرِنِي وَ
قَالَ يَا أَبَا الْحَسَنِ إِنَّ الْأُمَّةَ سَتَغْدِرُ بِكَ وَتَنْفَضُ
عَهْدِي، وَإِنَّكَ مِنِي بِسَنْرِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى.
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَهَا تَعْهُدُ إِلَيْ إِذَا كَانَ كَذِيلَكَ
فَقَالَ إِنْ وَجَدْتَ أَعْوَانًا فَبَأْدِرِ إِلَيْهِمْ وَجَاهِدُهُمْ، وَإِنْ
لَمْ تَجِدْ أَعْوَانًا فَكُفْ يَدَكَ وَاحْقِنْ دَمَكَ حَتَّى تَلْحَقَ
بِمَظْلُومِكَ

پیشک میں لوگوں پر خود ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا
ہو۔ اور جس روز سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے
رخصت ہوئے ہیں، اُس روز سے میں مظلوم ہوں۔
اس پر اشاعت ابن قیس الکندي (لغتہ اللہ علیہ) کھڑا
ہوا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! جب سے عراق
تشریف لائے ہیں آپ بس صرف یہی کہہ رہے ہیں
کہ پیشک میں لوگوں پر خود ان سے زیادہ حق تصرف
رکھتا ہو۔ اور جس روز سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا
سے رخصت ہوئے ہیں اُس روز سے میں مظلوم
ہوں۔ جب تیم اور عدی (یعنی پہلے اور دوسرے
خلیفہ) والی بن گئے، تو آپنے تواریکوں نہیں اٹھائی اور
ظلم برداشت نہ کرتے۔“

اس پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اے شراب بیچنے
والی عورت کے بیٹے! اب چونکہ تو نے بات کہہ دی ہے
تو سن لے! خدا کی قسم، نہ بزدلی نے اور نہ موت کے

تذکرہ شہید اعظم در قرآن

دو، اس کے بعد فرمایا: خدا یا! انھیں اپنی امت کے نیک افراد کے درمیان اور تیری امانت کے طور سے سپرد کرتا ہوں۔ ۲۔ نتیجہ صاف ہے کہ آپ (امام حسین علیہ السلام) جو مفسر قرآن ہیں اور کتاب الہی یعنی قرآن میں دونوں پیغمبر اکرم علیہ السلام کو امت میں مرسل اعظم کی عنایت کرده ایسی امانت ہیں جو امت کو گراہی اور ضلت سے محفوظ رکھتی ہے۔ لہذا آپ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت کی امانت ہیں تمام امت کے نزدیک حتیٰ ان لوگوں کے نزدیک جو اس زمانہ میں نہیں تھے۔ کل آنحضرت اس امانت کے بارے میں امت سے دریافت فرمائیں گے کہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس امانت کے تین سنجیدگی کے ساتھ ذرا غور و فکر کریں کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ان کے ساتھ کیا برتاو کیا گیا؟ جب کہ ان کا تعارف آنحضرت نے کرایا جس کا تعارف اللہ تعالیٰ نے کرایا، جس کا تذکرہ خداوند عالم نے اپنی دیگر آسمانی کتابوں میں کیا جن کے بارے میں اپنے انبیاء کو آگاہ کیا، جن کے بارے میں قرآن مجید میں لوگوں کو متعارف کرایا گیا۔ اس کے علاوہ آپ کا خود وجود مبارک قرآن مجید سے کتنا ہم آہنگ اور مطابقت رکھتا ہے۔ ذرا مسلمانوں کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ قرآن کریم، مجید اور شریف ہے۔ امام حسین علیہ السلام بھی کریم، شریف اور مجید ہیں۔ قرآن انبیاء کے حالات واقعات اور جو مشکلات و مصائب ان پر پڑے ان تمام باتوں پر

۱ بحد ۳۳۲/۲۶۲؛ ایالی صدور مجلس ۷، ص ۸۷؛ منتخب طریقی ۱/۷۷

۲ بحد ۳۵۵/۱۱۸؛ میر الاحزان ص ۷۲؛ ایالی طوسی ۱/۲۵۸

حدیث تقیین قرآن مجید اور اہل بیت علیہم السلام کے لئے وارد ہوئی ہے جس کی روشنی میں مرسل اعظم نے اپنی امت کو دونوں اہل بیت اور قرآن مجید کا امین قرار دیا ہے اور اس امانت سے متمنک رہنے اور اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ رہنے کا حکم صادر کیا ہے۔ حسین بن علی علیہ السلام خامس آل عبا اور قرآن مجید دونوں امت کے درمیان بطور امانت تھے، ہیں اور رہیں گے۔ اس لئے کہ آنحضرت نے حوض کو شرپر ملاقات تک انھیں دونوں امانتوں سے تممک اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور انھیں دونوں سے متمنک رہ کر میدان قیامت میں ہدایت یافتہ اور انجام بخیر کی شکل میں آنحضرت سے ملاقات ہو گی اس سے ہٹ کر میدان قیامت میں آنحضرت سے ملاقات تو ہو گی مگر وہ ملاقات ضلالت و گمراہی اور حسرت ویاس کے ساتھ ہو گی۔ حسین بن علی علیہ السلام قرآن ناطق ہیں اور آنحضرت کے سینہ مبارک میں پائے جا رہے تھے۔ آنحضرت اصول و قانون قرآن کی وضاحت کرنے والے تھے امام حسین علیہ السلام بھی آنحضرت کی جائشی میں اس کی وضاحت و تشریح کرنے والے ہیں۔ نہ یہ دونوں امانتوں جدا ہو سکتی ہیں اور نہ آنحضرت کی امت ان دونوں سے الگ ہو سکتی ہے مگر یہ اہتمام سرو رکائزات کا تھا کہ جب حسین بن علی علیہ السلام کو امت کے سپرد کیا تو اس طرح منبر پر جا کر فرمایا: اے لوگوں یہ حسین بن علی علیہ السلام ہیں انھیں پہچان لو اور انھیں سب پر برتری اور فضیلت

۳۔ سورہ نساء:

آیت ”أَطِيعُ اللَّهَ وَأَطِيعُو الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ مُنْكُمْ“ کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جب لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا علی حسن حسین علیہما السلام کے بارے میں۔

(اصول کافی، ج ۱، ص ۱۸۵، کتاب العبریج ۱۱)

۴۔ سورہ اعراف:

”وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ“ کے بارے میں ابن عباس سے نقل ہے کہ اس سے مراد آنحضرت، علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہما السلام ہیں کہ بہشت کی دیواروں پر (نقش) ہیں اور اپنے دوستوں اور اپنے دوستوں اور دشمنوں کو ان کی مخصوص نشانیوں کے ذریعے پہچانتے ہیں۔

(تفسیر فرات، ص ۲۷)

۵۔ سورہ حج:

عجل امام محمد باقر علیہ السلام سے آیہ کریمہ ”وَجَاهُدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَاجْتَبَاكُمْ“ کے ذیل میں حدیث نقل کرتے ہیں: اس سے خداوند عالم نے ہمارا ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ ہم ہیں۔

(اصول کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، ص ۱۹۱، ح ۲)

۶۔ سورہ فرقان:

حضرت ختمی مرتبت علیہ السلام سے نقل ہے کہ آیہ کریمہ ”وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هُبْ لَنَا مِنْ أَذْوَاجِنَا وَذُرْرِبِتَنَا قُرْبَةً أَعْيُنٌ وَاجْعَلْنَا لِلْبَشَرِّيْنَ إِمَامًا“ کے بارے میں میں نے جریل سے عرض کیا: ”أَذْوَاجِنَا“ سے کون مراد ہے، فرمایا: خدیجہ، عرض کیا: ”وَذُرْرِبِتَنَا“ سے؟ تو کہا: فاطمہ، عرض کیا: قُرْبَةً أَعْيُنٌ سے

مشتمل ہے۔ حسین بن علی علیہ السلام کا وجود مبارک بھی اللہ کی آیتوں اور حالات و نصوص پر مشتمل ہے۔ قرآن میں ایک سو چودہ سورہ ہیں امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر تلواروں کے ایک سو چودہ زخم لگے ہیں۔ قرآن شفا و رحمت ہے۔ حسین بن علی علیہ السلام کا وجود باطنی امراض کے لئے شفا اور آپ کی تربت پاک ظاہری امراض کے لئے شفا، قرآن نور، حسین نور، قرآن روح، حسین ریحانہ رسول۔ غرض یہ کہ قرآن اور امام حسین علیہ السلام میں اتنی مناسبت اور مطابقت پائی جاتی ہے جس کا شمار اور بیان مشکل ہے۔ مگر قارئین کے لئے ہم یہاں پر چند تذکرے پیش کرتے ہیں جو اہل بیت علیہما السلام کے لئے عام طور سے اور امام حسین علیہ السلام کے لئے خاص طور سے خداوند عالم نے قرآن میں بیان کئے ہیں۔

۱۔ سورہ بقرہ:

آنحضرت سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ترک اولیٰ کی بنا پر باہر آئے تو جریل نے آکر عرض کیا خدا سے دعا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول فرمائے گا۔ عرض کیا کیسے دعا کروں جریل نے کہا: خدا سے ان پنجتن پاک کے ذریعہ سوال کیجئے جنہیں آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ آپ کی صلب سے ظاہر کرے گا، فرمایا: ان کے نام کیا ہیں، کہا: اس طرح عرض کیجئے: خدا یا بحق محمد و علی اور بحق حسن و حسین اور بحق فاطمہ ہم پر رحم فرمادیا اور ہماری توبہ قبول فرم۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان اسماء کے ذریعہ دعا کی خداوند عالم نے توبہ قبول فرمایا اور آیہ کریمہ : ”فَتَلَقَّ آدُمٌ مِنْ رَبِّهِ بِكَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ“ سے یہی مقصود ہے۔

(تفسیر فرات ۲۳-۲۴)

تھے، دریافت کیا: کس طرح یہ سورہ امام حسین علیہ السلام سے خصوصیت رکھتی ہے؟ فرمایا: کیا اس آیت کی تلاوت نہیں کرتے کہ خدا فرماتا ہے ”يَأَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْبَثِةُ“ اس سے حسین بن علی علیہ السلام مراد ہیں۔ پیش نفس مسلمانہ اور راضیا مرضیا کے مالک ہیں اور ان کے اصحاب با وفا قیامت کے دن آل محمد اور اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے والے خدا بھی ان سے راضی ہو گا۔

(بخار، ج ۳۲، ص ۲۱۸)

شیخ جعفر شوستری عجۃ اللہ سورة فجر ”امام حسین علیہ السلام کی ایک مناسبت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں : ”وَالْفَجْرِ وَلَيَالِ عَشِيٍّ وَالشَّفَعِ وَالْوَتْرِ“ (قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت و طاق کی، اور رات کی جب وہ جانے لگے) امام حسین علیہ السلام فجر ہیں کہ وہ نور ہدایت ہیں اور آپ کی مصیبتوں کی راتیں لیالی عشر ہیں اور دونوں برادر شفیع (جنت) ہیں۔ اور جب آپ نرغہ اعداء میں تنہارہ گئے تو آپ ہی وتر کھلانے کتنا بابرکت اور پاکیزہ ہے امام کا وجود مبارک۔

۹۔ سورہ نور و حدید:

صالح بن سهل کہتے ہیں: امام صادق علیہ السلام ”اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورٍ كَمِشْكُوٰةٍ“ میں مشکاتہ سے حضرت فاطمہ زہرا علیہما السلام ”فِيهَا مَضْبَاتٌ“ سے حسن علیہ السلام اور ”الْبِصَابَمُ فِي زُجَاجَةٍ“ سے حسین علیہ السلام مراد ہیں۔

(اصول کافی، ج ۱، کتاب العمد، ص ۱۹۵، ح ۵)

۱۰۔ سورہ نساء:

حسن بن زیاد امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: آپ نے کریمہ ”كُفُوا أَيْدِيكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ“ (اپنے ہاتھوں کو روکے

کون مراد ہے؟ تو فرمایا: اس سے حسن و حسین علیہما السلام عرض کیا: ”لِذُبْتَقِينَ إِمَامًا“ ہے؟ کہا: علی بن ابی طالب علیہما السلام۔ (تفسیر فرات، ص ۱۰۶)

۶۔ سورہ شوریٰ:

امام صادق علیہ السلام نے ابو جعفر احوال سے آیہ کریمہ ”قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَى“ کے بارے میں بصرہ والے کیا کہتے ہیں؟

جواب دیا: میں آپ پر قربان، وہ لوگ کہتے ہیں۔ آنحضرت کے قربی رشتہ داروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں: یہ آیت صرف ہم الہیت کی شان میں نازل ہوئی ہے یعنی: علی و فاطمہ حسن و حسین علیہما السلام جو اصحاب کسے ہیں۔

(تفسیر برهان، ج ۲، ص ۱۲۱، ح ۲)

۷۔ سورہ رحمٰن:

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ فرم رہے تھے آیت ”مَرَجَ الْمُخْرِجِينَ يَلْتَقِيَانَ“ میں امیر المؤمنین علیہ السلام مراد ہیں اور ”يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوْلُ وَالْمَرْجَانُ“ سے حسن و حسین علیہما السلام مراد ہیں۔

(تفسیر برهان، ج ۲، ص ۲۶۵، ح ۱)

۸۔ سورہ وا لفجر:

ابن فرقہ کہتے ہیں: امام صادق علیہ السلام نے سورہ فجر کو واجب اور مستحب نمازوں میں تلاوت کرنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا: خدا تم پر رحمت نازل کرے اس سورہ کی طرف دل و جان سے توجہ کرو کہ پیش کیا یہ سورہ، سورہ امام حسین علیہ السلام ہے۔ ابو اسماعیل بھی اس نسبت میں بیٹھے ہوئے

جاری ہوئی ہے۔

(تفسیر برهان، ج ۳، ص ۹۳، ح ۱)

(یعنی آپ کی اس مخصوص کیفیت کے بارے میں وضاحت کرنے والی ہے جو مدینہ سے نکتے وقت کی تھی)

۱۲۔ سورہ فاطر:

خداؤند عالم فرماتا ہے : ”وَمَا يَسْتَوْنِ الْأَحْيَاءُ وَالْأَمْوَاتُ“
(زندہ اور مردہ دونوں برابر کیا ہو سکتے ہیں) ابن عباس سے نقل ہے کہ اس سے مراد علی و حمزہ و جعفر و حسن و حسین فاطمہ و خدیجہ علیہما السلام ہیں۔ اور مردہ سے مراد کفار مکہ ہیں۔

(بخار، ج ۲۲، ص ۲۸۰، باب ۲۵، ح ۱)

۱۳۔ سورہ تازعات:

خدا فرماتا ہے : ”يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۖ تَتَبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۖ“
(جس دن زمین کو جھنکا دیا جائے گا اور اس کے بعد دوسرا جھنکا لگے گا) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:
”الرَّاجِفَةُ“ سے امام حسین علیہ السلام اور ”الرَّادِفَةُ“ سے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

۱۴۔ سورہ بُلدः

”اَللَّهُ نَجْعَلُ لَهُ عَيْنَيْنِ ۚ وَ لِسَانًا ۚ وَ شَفَتَيْنِ ۚ“ (یعنی کیا ہم نے انسان کے لئے دو آنکھیں ایک زبان دو لب قرار نہیں دیئے) اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:
دو آنکھوں سے حضرت ختنی مرتبت اللہ علیہ السلام اور لسان سے امیر المؤمنین علیہ السلام اور دو لب سے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام مراد ہیں اور ”وَهَدَيْنَاهُ السَّاجِدَيْنَ“ سے انہمہ معصومین علیہما السلام کی ولایت و امامت کی طرف

رکھو اور نماز قائم کرو) کے بارے میں فرمایا اس سے مراد امام حسن ہیں ”فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ“ (اور جب ان لوگوں پر قیال فرض کر دیا گیا) امام حسین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے اہل زمین پر مقرر کر دیا کہ آنحضرت کے رکاب میں جہاد کریں۔

(تفسیر برهان، ج ۱، ص ۳۹۵، حدیث ۶)

۱۱۔ سورہ حج:

اللہ تعالیٰ سورہ حج آیت نمبر ۳۰ میں ارشاد فرماتا ہے: الَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ (یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں میں بلا کسی حق کے نکال دیئے گئے ہیں علاوہ اس کے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔) یعنی وہ یہ کہنے کی بنا پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے نکال دیئے گئے۔ کتاب اصول کافی میں امام صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ یہ آیت حضرت ختنی مرتبت، امام علی، جناب حمزہ و جعفر علیہما السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ آیت امام حسین علیہ السلام کی حالت کو بھی بیان کر رہی ہے۔

مرحوم فتح علیہ السلام نے لکھا ہے: اس سے حسین بن علی علیہما السلام مراد ہیں کہ جب یزید ملعون نے امام حسین علیہ السلام کو طلب کیا کہ انہیں شام لے جایا جائے تو اس وقت امام حسین علیہ السلام کوفہ کی جانب روانہ ہو گئے اور دشت کربلا میں فوج یزید نے حکم یزید سے بڑی بے رحمی سے سوکھا گلا کاٹ کر شہید کر دیا۔
(تفسیر صافی مذکورہ آیت کے ذیل میں)

اس کے علاوہ معدم بن مستنیز نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے آپ نے فرمایا:

یہ آیت رسول اللہ و علی و جعفر و حمزہ علیہما السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور امام حسین علیہ السلام کے بارے میں

عظیم ترین فقیہ اور اپنے زمانہ کے نایاب اور نابغہ شخصیتوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جن کی وفات پر لوگوں نے باقاعدہ آسمان کے تارے ٹوٹتے ہوئے محسوس کیا۔ اپنی عظیم کتاب خصائص حسینیہ میں اس آیت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام کو مظلوم قتل کئے جانے کے چند معنی ہیں جو سب کے سب آپ علیہ السلام پر منطبق ہوتے ہیں:

۱۔ عام معنی کہ کسی انسان پر ظلم و تجاوز کر کے اس کے مال و اسباب لوٹ لئے جائیں اور اصحاب و انصار اولاد و قرابت داروں کو قتل کر کے اسے بھی بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا جائے۔ اگر اس معنی کا کلی مصدقہ کسی ذات پر ختم ہوتا ہے تو وہ شہید کر بلہ، مظلوم نینوا حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔ اسی لئے کلمہ مظلوم آپ کے لئے ”علم“ (شاخت) کا ذریعہ بن گیا دعا میں بھی جب اللہ سے مناجات کی جاتی ہے تو عرض کرتے ہیں: **أُنْشِدُكَ دَمَ الْمُظْلُومِ** (تجھے مظلوم حسین کے خون کی قسم دیتا ہوں)

قتل اور شہید کئے جانے کی کیفیت میں مظلوم ہونا، انسان کسی انسان کے قتل کے بارے میں جس کیفیت کو بھی تصور کر سکتا ہے کر لے۔ اس کے بعد بتائے کہ کسی کو اس بے رحمی سے قتل کیا جاسکتا ہے۔ اسلام دین مقدس ہے اس نے قربانی جیسے مستحب عمل کے لئے بھی کچھ ضروری اور مستحبات بتائے ہیں۔ چاقو تیز کر لے اس کے سر کو بالکل جدانہ کر دیے۔ اس کے جیسے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے۔ ہاتھ پاؤں نہ باندھے۔ اسے مثلہ (سر کے ٹکڑے) نہ کرے۔ پیاسا ذبح نہ کرے، پانی دے دے، امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں یہ ظلم کی کیفیت میں انتہا نہ تھی تو کیا تھا کہ جن چیزوں کی رعایت کو جانوروں کے ساتھ بھی اسلام تاکید کرتا ہے

انسان کی ہدایت و رہنمائی مراد ہے۔

(بخار، ج ۲۲، ص ۲۸۰، باب ۶۵، ح ۱) اور ابو بکر حضرتی نے امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ امام نے فرمایا:

اے ابو بکر اللہ تعالیٰ کے اس قول ”وَالْدِيَّةُ مَا وَلَدَ“ میں مقصود علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور ”وَمَا وَلَدَ“ حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔

(برہان، ج ۳، ص ۳۶۳، ح ۲)

قرآن کریم کی محض انھیں چند سوروں میں شہید کر بلہ کا تذکرہ نہیں آیا بلکہ سورہ ای شراء و اعراف، اسراء، نور، انعام، تین، تغابن، نمل، صافات، تکویر وغیرہ کی آیتیں نیز آیہ مبارکہ اور آیہ قربی و آیت تطہیر جیسی محکم آیتیں بھی امام حسین علیہ السلام کی عظمت و منزلت اور عصمت و طہارت کی صراحت کرتی ہیں جس کے بعد امام حسین علیہ السلام کی عظمت و منزلت کے بارے میں کسی طرح کاشک و تردید نہیں رہ جاتی ہے۔

آخر کلام میں سورہ اسراء کی ۳۳ ویں آیت کے بارے میں مختصر حقائق کی طرف اشارہ کر کے بات تمام کرنا چاہتا ہوں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيهِ سُلْطَنًا فَلَا

يُسْهِفُ فِي الْقَتْلِ

اور جو مظلوم قتل ہوتا ہے ہم اس کے ولی کو بدله کا اختیار دے دیتے ہیں۔

آیہ گریہ کے بارے میں امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل ہے کہ آپ نے فرمایا اس سے امام حسین علیہ السلام مراد ہیں کہ جنہیں ظلم کے ذریعہ شہید کر دیا اور ان کے ولی (وارث) حضرت قائم عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔

شیخ جعفر شوشتري علیہ السلام جو نہایت معتبر اور عارف کامل اور

جائیں۔ اسے پامال کر دیا جائے، ۲ بغیر کفن و دفن کے خاک و خون میں غلطان زمین پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ عظیم اور اپنے آپ میں تہا ظلم صاحب کر بلاء، شہید اعظم حسین ابن علی علیہ السلام ہی کے حق میں روا رکھا گیا کہ شہادت کے بعد آپ کے جسم پاک پر جگہ جگہ سے پارہ اور کہنہ لباس بھی طالموں نے نہ چھوڑا اسے بھی لوٹ لیا۔

(مقل خوارزمی، ۲/۳۸-۳۹؛ لهوف، ص ۵۶؛ بخار، ۵۷-۵۸) خداوند عالم نے ہر مظلوم کا ولی قرار دیا ہے جو اس کے ظلم کا بدله لے سکے آج روئے زمین پر حسین بن علی علیہ السلام کا وارث، نسل پیغمبر ﷺ کا آخری جاشین، منتقم خون حسین، حکم خدا کا منتظر، ولی وارث، ظالموں سے خون حسین کا انتقام لینے والے حضرت امام ججۃ ابن الحسن العسكري علیہ السلام ہیں جو خدا کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔

خدا یا! دشت نینوا سے آج بھی بچوں کی صدائے العطش آرہی ہے۔
خدا یا! ثانی زہر اعلیٰ حمّام کی وہ آواز آج بھی چاہنے والوں کو لرزہ
براندام کر دیتی ہے، پس سعد! میر امام جایا ذبح ہو رہا ہے اور تو
کھڑا دیکھ رہا ہے!!

خدا یا! ہر طرف ظلم و تجاوز، دین کا مذاق، قرآن کی بے حرمتی،
اسلام کی بربادی و تباہی کے اسباب فراہم کئے جارے ہیں۔
خدا یا! کربلا سے ظلم و بربریت کے اٹھنے والے تاریک
اندھیرے نے اب ساری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔
مظلوم کربلا کے خون ناحق کا انتقام لینے والے اور کائنات سے
ظلم کو ختم کرنے اور اسے نور ہدایت (عدل و انصاف) سے منور
کرنے والے کے ظہور میں تعمیل فرماء! آمین۔

ان میں سے کسی ایک کی بھی پیغمبر ﷺ کا فلمہ پڑھنے والوں نے نواسہ رسول کے حق میں رعایت نہیں کی!!!
۳۔ اصل قتل اور خود شہید کرنے جانے میں مظلوم ہونا۔
یعنی کسی کو ناجحت اور بغیر شرعی جواز کے قتل کرنا اور
خون مباح قرار دینا یعنی اسلام میں انسان کے قتل کا
حکم قصاص یا حد یا فساد برپا کرنے وغیرہ کی بنابر دیا
جائسکتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ان میں
سے کسی ایک سبب کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا
جائسکتا ہے۔ جب اسباب قتل میں کوئی سبب قتل کا نہ تھا
تو کیوں قتل کیا گیا؟ یہ خود بڑی مظلومیت ہے۔ اللہ
تعالیٰ اس قتل کے بارے میں روز قیامت دریافت
کرے گا ”بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ“ اس لئے تو امام حسین
علیہ السلام نے فرمایا تھا:

وائے ہو تم پر! تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو تم ہم سے
کس چیز کو طلب کر رہے ہو؟ کیا میں نے کسی کا قتل
کیا؟ کہ قصاص چاہتے ہو۔ یا کوئی مال لیا یادین میں
کوئی تبدیلی پیدا کی ہے؟؟؟

(بخار، ۲/۳۵؛ ارشاد مفید، ۱۰۱)۔ انسان کو بے رحمی سے قتل کر دیا جائے یعنی قتل میں ظلم، قتل کی کیفیت میں ظلم، قتل سے قبل ظلم یہ سارے مظالم تو انسان تصور کر سکتا ہے مگر کسی پر قتل کرنے کے بعد بھی ظلم کیا جائے اس کا لباس کہنہ بھی چھین لیا جائے اس کے اعضا نکل کر ٹکڑے کر دیئے

^١ بخار، ٢٢١/٢٣؛ كامل الزيارات، باب ١٨، ص ٤٤ نقل از

حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام کی علتیں

جانشین علی علیہ السلام ہی ہیں اور ان کے بعد ان علیہ السلام کی اور حضرت فاطمہ علیہ السلام کی نسل سے پیغمبر اکرم علیہ السلام کے جانشین قیامت تک باقی رہیں گے۔ اب ذرا ملاحظہ فرمائیں:

ستقیفہ میں لوگ جمع ہو کر علی علیہ السلام کو کنارے کر دیا اور ایک اجماع کے بہانے ایک کو خلیفہ رسول بنادیا اور پھر جب وہ دنیا سے جانے لگا تو اجماع کے قaudہ کو روک کیا اور استخلاف کے شہارے دوسرے کو خلیفہ قرار دے دیا اور جب یہ بھی رخصت ہونے لگے تو اجماع اور استخلاف دونوں ہی کو نظر انداز کیا اور مخصوص شرطوں کی قید کے ساتھ ”شوری“ کی تلقین کر دی۔ اور جب تیسرے خلیفہ کی دھاندھلیاں خوب بڑھیں اور لوگ ان کے قتل کے درپے ہو گئے تو وہ کچھ نہ کر سکے کہ اپنے بعد اپنے جانشین کو معین کر سکیں اور قتل کردیئے گئے تو لوگوں نے امام علی علیہ السلام کو مجبوراً اپنا خلیفہ بنالیا۔ جو سمجھنے کی بات ہے:

جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ کہ امام علی علیہ السلام کو چوتھا خلیفہ قرار دینا یا چوتھا خلیفہ ماننا دراصل امام علی علیہ السلام کی خلافت و امامت کی نفی ہے اور ان اعداد و ارقام یعنی پہلے خلیفہ، دوسرے خلیفہ، تیسرے خلیفہ، چوتھے خلیفہ کا عقیدہ رکھنا اصل خلافت کے عقیدہ سے اخراج ہے۔ ان خلفاء کی خلافت اور اہلیت اطہار علیہ السلام سے ائمہ اطہار علیہ السلام کی امامت یہ ”مستقل موضوع“ ہیں۔ ایک کا بطلان اور دوسرے کی حقانیت پر بے شمار شواہد و دلائل موجود ہیں جس کی تفصیل کے لیے ہمارے علماء کی بے شمار کتابوں سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر الغیر تالیف

المُنتَظَر کے گذشتہ شماروں میں اس موضوع پر عنوان کی معمولی تبدیلیوں کے ساتھ متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں گذشتہ سال ہی کے شمارے میں اس موضوع پر مراجع کے نظریات کے ساتھ ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ البتہ یہ لکھنا ضروری ہے کہ گذشتہ تمام مضامین اپنی نویعت کے منفرد مضامین ہیں۔ اور اس موضوع پر علماء و دانشوروں، مورخین، مفسرین، مجتهدین و فقہاء کے نظریات کو لکھا جائے تو متعدد کتب زیر تصنیف آسکتی ہیں۔ اس لیے ایک ہی عنوان سے مختلف مضامین کا سلسلہ المُنتَظَر میں جاری ہے۔ یہ مضمون بھی اگرچہ عنوان اور موضوع کے اعتبار سے مشابہ ہے لیکن مطالب کے اعتبار سے الگ ہے۔ یہ مضمون عبد الصاحب ذوالریاستین الحسینی کی کتاب ”لما ذانهض الامام الحسین علیہ السلام“ کے حصہ دوم سے ماخوذ ہے۔

خلافت امیر المومنین علیہ السلام

یہاں مقدمہ کے طور پر لکھ رہے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی امامت کے مقابلہ میں یزید ملعون جیسے بدکار، زناکار، زنا زادے، شرابی کبابی اور بد طینت کو مسلمانوں کو خلیفہ و امام بنانا۔ اصل میں معاویہ کے دور کا معاملہ نہ تھا بلکہ یہ معاملہ پیغمبر اکرم علیہ السلام کے دور ہی میں اور آنحضرت کی رحلت کے دن، یہی سے شروع ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کے بھیس میں منافقین و مشرکین اور خاندان پیغمبر اکرم علیہ السلام کے دشمنوں کا ایک بڑا ٹولہ مسلمانوں کے درمیان میں موجود تھا اور وہ اسلام کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ پیغمبر اکرم علیہ السلام کے اصل

شکل میں مکتب خلفاء خاصی تبدیلی ہو چکی تھی اور معاویہ نے ٹھان لیا تھا کہ دین خدا کو ختم کر دے اور الہذا اُس نے اپنے بعد یزید پلید کو امامت اسلامیہ کا خلیفہ مقرر کر دیا۔

علامہ امین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ جس کا ترجمہ اردو میں بھی ہو چکا ہے اور امامت کے موضوع پر چھوٹی، بڑی تمام کتابیں۔

اب ذرا غور کریں:

امیر المؤمنین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ پیغمبر اکرم ﷺ کے بلا فصل جانشین تھے اور آپ نے اس کو مخصوص انداز میں لوگوں کو سمجھایا کہ آپ نے شیخین کو خلیفہ رسول کبھی نہیں جانا البتہ ان لوگوں کے غصب خلافت کے بعد ان سے لڑائی جھگڑا نہ کیا لیکن احتجاج ضرور کیا۔ تاریخ نے اس بات کو درج کیا ہے کہ جب عبد الرحمن بن عوف نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کی بیعت اس شرط پر کریں گے جب آپ اللہ اور رسول کی سنت کے ساتھ سیرت شیخین پر عمل کریں تو آپ نے فرمایا: اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کروں گا۔

(شرح فتح البلاغہ: ہامش ۱۸۸، ابن ابی المدید)
امام امیر المؤمنین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کا یہ عمل مکتب خلفاء کی خلافت اور مکتب الہبیت عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کی امامت کی جوہریت اور اصل فرق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جانشین پیغمبر اکرم ﷺ خدا اور رسول کے احکام کا پابند ہوتا ہے اور مکتب خلفاء کا خلیفہ اپنی خواہشات اور اپنے نفس کا اسیر۔

امیر المؤمنین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کے دور کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ان کے مد مقابل خلفاء اور حریفوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اعلانیہ کرتے رہے اور پھر امیر المؤمنین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کی شہادت کے بعد ان کی دیدہ دلیری اور بھی بڑھ گئی یہاں تک کہ امام حسن عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کی شہادت نے ان کو اور بھی جری کر دیا۔

پھر امام حسن عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کا دور امامت آپ ہو نچا۔ ابھی رسول خدا ﷺ کی وفات کو تقریباً ۵۰ سال ہی گزرے تھے اور دین کی

توجه طلب

امام حسین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کے قیام کی محملہ علتوں میں سے یہ ایک خاص علت تھی بُنی اُمیّیہ کی دین کے خلاف ساز شیعین اور خلفاء ثلاثہ کی حمایت اُن کے حق میں۔ پس امام حسین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ نے اپنے ننانا کے دین اور بُنی اُمیّیہ کے ذریعہ اپنے بابا کی مسلسل توبین کو عروج پر پایا تو ننانا سے کہے ہوئے وعدے کو وفا کرنے کے لیے دیار و حرم محمدیؐ کو چھوڑ کر بیت اللہ الحرام کی طرف ہجرت فرمائی اور کعبہ کے پردہ سے پٹ گئے لیکن جب دشمنوں کے ذریعہ اس حرم خدا میں قتل و غارت کا اندریشہ پایا تو بیت اللہ الحرام کی حرمت و قداست کے خیال سے اپنے مشہد یعنی عراق کی طرف چل پڑے۔

(لوغۃ الشجاعان / ۲۶۹ از السید محسن الامین)

إن مقدمة باتوں کے بعد انھیں کے حوالے سے امام حسین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کے قیام کے کچھ اسباب و علل کو بعض علماء و مشاہیر کے نظریات کی مدد سے لکھ رہے ہیں۔

مرحوم شہید مرتضی مطہریؒ نے اپنی مشہور کتاب ”المدحۃ الحسينیۃ“ میں قیام حسین کے علل و اسباب کو تحریر کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے رو نما ہونے کے تین مخصوص عوامل ہیں:

پہلا: یزید بن معاویہ کا معاویہ کے انتقال کے بعد امام حسین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ سے طلب بیعت کرنا اور امام حسین عَلِیٰ اَبِی اَبِی طَالِبٍ کا اس سے انکار

جائے؟ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ خلفائے ٹلاش نے پیغمبر اکرم ﷺ کے بنائے ہوئے دین میں تحریف شروع کر دی۔ بد عقتوں کا سلسلہ بڑھتا ہی گیا اور پھر معاویہ اور یزید جو کھلم کھلا دین سے کھلواؤ کر رہے تھے اور دین کو ختم کر دینا چاہتے تھے لیکن دکھانے کو مسلمان تھے اور مسلمانوں کے خلیفہ تھے یعنی دین کے نام پر دین کے خلاف کام کر رہے تھے۔ ان کے فسق و نجور ظاہر بھی تھے لیکن ان کی سنتگری سے مسلمان ہے رہتے تھے۔ اور بد عقتوں کے خلاف آواز بھی نہیں اٹھاسکتے تھے اور جو حق کی باتیں کرتے تھے انھیں یا تو قتل ہونا پڑتا یا شہر برداشت طرح طرح کے آزار و اذیت کا سامنا کرنا پڑتا۔

یوں کہا جائے کہ بس بہت ہو چکا۔ امام حسین علیہ السلام اب انھیں حدود سے بڑھنے کی اجازت نہیں دینا چاہتے تھے۔ نانا، بابا اور بھائی کی بہت توہین ہو چکی تھی۔ جمعہ کے منبروں سے علی علیہ السلام کو گالیاں دی جا رہی تھیں اس لیے بھی امام حسین علیہ السلام نے قیام فرمایا۔

خلیفہ زنداق و ملحد

ابن الحدید نے لکھا ہے کہ ہمارے بزرگوں کی نظر میں معاویہ اپنے دین میں مطعون تھا اور وہ زنداق و ملحد تھا۔ اور اسی حوالے سے ابن ابی الحدید نے لکھا کہ معاویہ نے اپنے کفر سے توبہ نہیں کی تھی۔

(شرح فتح البلاғہ / ۱۳۳۰ اور جلد ۱۰ / ۱۰۱۲)

ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر مغلوب ہوا تو ایمان لا یا اور کیسا ایمان لا یا تھا۔ ملاحظہ ہو:

”ابوسفیان بن حرب حضرت حمزہ کی قبر پر کھڑا ہوا اور پیروں کو

کرنا اور یزید کا اس کے بعد اپنی لشکری قوت کا مظاہرہ کرنا۔

دوسرہ: دوسرے عامل جو اس قیام کے لیے موثر ثابت ہوا جس کو دوسرے درجہ کا عامل کہہ سکتے ہیں لیکن دوسرے درجہ پر ہونے کے ساتھ بڑی اہمیت کا حامل ہے، وہ ہے: اہل کوفہ کی دعوت امام حسین علیہ السلام کو۔

تیسرا: یہ عامل جس کو خود امام حسین علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے اور وہ: امر بالمعروف اور نہی از منکر۔

ان عقتوں کے لیے مر حوم شہید مطہریؒ نے قرآن و شواہد بیان کئے ہیں مثلاً مدینہ میں حاکم مدینہ کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام سے یزید کا طلب بیعت کا واقعہ اور بنی ہاشم کا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جمع ہونا، تاریخ نے ثابت کیا ہے۔

اسی طرح اہل کوفہ کے بڑی تعداد میں امام کو دعوت دینے کے لیے خطوط کو بھی تاریخ نے نقل کیا ہے اور تیسری بات کہ امام حسین علیہ السلام کا بہت ہی مشہور قول: ”وَإِنِّيْ خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْأُصْلَاحِ فِي أُمَّةٍ جَدِّيْ“ اور اس کے ساتھ آپ کا یہ فرمانا کہ: ”أَرِيدُ أَنْ آمْرِيْ الْمُعْرُوفَ وَأَنْهِيْ عَنِ الْمُنْكَرِ“ بہت ہی مشہور و معروف ہیں جس کا ترجیح ہے ”یقیناً“ میں (اپنے گھر بار کو چھوڑ کر) تکلاہوں اپنے ننانا کی امت کی اصلاح کے لیے اور دوسرے جملہ کا مطلب ہے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اچھائی کی دعوت دول اور برائیوں سے روکوں۔“

یہ جملے بالکل واضح ہیں اور خاص طور پر ”طلب اصلاح“ قابل توجہ ہے۔

کیوں طلب اصلاح؟

امام حسین علیہ السلام نے کیوں محسوس کیا کہ امت کی اصلاح کی

نقل کیا ہے کہ سعید بن عاص نے کہا:
خلافت عمر بن خطاب ختم ہوئی یہاں تک کہ انھوں نے عثمان کو
شوریٰ کے ذریعہ خلیفہ بنادیا اور ان سے راضی ہوئے پھر انھوں
(عثمان) نے ہمارے ساتھ صلہ رحمی کیا اور اچھائی سے پیش
آئے اور ہماری حاجتوں کو پورا کیا اور ہمیں اپنی امانتوں میں
شریک کیا۔ لوگ کہتے تھے کہ سعید بن العاص ہمیشہ عثمان بن
عفان کی قربت میں رہے۔

(الطبقات الکبریٰ ۵/ ۳۱-۳۲ تحریر محمد بن سعد)

ابو بکرنے بھی بنی امیہ کے لیے خوب زمین ہموار کی اور پھر عمر
بن خطاب نے تو بنی امیہ کے ہاتھ میں اسلام کی باغ ڈور
دیدی۔ یہاں ہم عمر بن خطاب کے حاکموں کی ایک فہرست لکھ
رہے ہیں ملاحظہ ہو:

کمہ میں ان کا حاکم و والی نافع بن عبد الحارث الخزاعی، طائف میں
عثمان بن ابی العاص ابن امیہ، پھر سفیان بن ابی عبد اللہ الشققی،
یمن میں یعلیٰ بن مسیبہ، عمان اور یمامہ میں حذیفہ بن محض،
بھرین میں العلاء بن الحضری پھر عثمان بن العاص، کوفہ میں سعد
بن ابی وقارص پھر المغیرہ بن شعبہ پھر عمار بن یاسر، پھر ابو موسیٰ
الاشعری، بصرہ میں المغیرہ بن شعبہ، پھر ابو موسیٰ الاشعمری، اور
شام میں ابو عبیدہ بن الجراح پھر یزید بن ابی سفیان پھر معاویہ
بن ابی سفیان اور مصر میں عمرو بن العاص۔

اس فہرست پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ
رسول اللہ ﷺ کے عمال میں کبھی نہ رہے وہ سب ابو بکر و عمر
کے عمال میں شامل ہیں۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بنی
ہاشم کا نام و نشان بھی اس فہرست میں نہیں دکھائی دیتا۔

یہ بات مسلم ہے کہ عمر بن خطاب ابو سفیان کو دیگر خاندانوں پر

پڑکا اور کہا: اے حمزہ جس بات کے لیے کل تم نے ہم سے جنگ
کی تھی تو یقیناً آج اس نے ہمیں مالک بنادیا اور یقیناً ہم تمیم اور
عدی کے مقابلہ میں اس کے زیادہ مستحق تھے۔

(التزان والخاصم، ص ۸۳-۸۷، تالیف المقریزی)

ذراغور فرمائیں: رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق
معاویہ کو شجرہ ملعونہ میں قرار دیا تھا اور عالم اسلام سے جن کا
اصل میں کوئی تعلق نہ تھا، کس طرح مسلمانوں کی زعامت و
خلافت کو معاویہ بن ابی سفیان اور یزید جیسے لوگوں کے حوالے
کرنے کا انتظام کیا گیا۔ یہ سارے انتظامات ابو سفیان کے زمانہ
میں ہوئے۔ اور ابو سفیان نے اسلام سے اپنی دیرینہ دشمنی کا
انقام پنیغمبر ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد ہی لینا شروع کر دیا۔
ابو بکر و عمر نے بنی امیہ کے لیے راہوں کو ہموار کر دیا تھا۔ اس
کے ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو حضرت عمر کا ایک راز کے افشاں
کرتے ہوئے سعد بن العاص سے یہ کہنا:

(اے سعید بن عاص) میں نے تم سے چھپائے رکھایہ بات کہ
بہت جلد میرے بعد وہ امر واقع ہو گا کہ جو تمہارے ساتھ صلہ
رحم کرے گا اور تمہاری حاجت کو پورا کرے گا۔

وہ ہم میں سے ہے۔ میں تمہیں ایک راز اور معلومات سے آگاہ
کرتا ہوں: یہ کہ یقیناً خلافت بہت جلد میرے بعد بنی امیہ میں
سے تمہارے اقرباء تک پہونچے گی اور وہ عثمان ہے اور
مسلمانوں کے مال میں سے تمہیں بہت عطا و بخشش کرے گا۔

(شرح نجح البلاغہ ۱/ ۱۸۲، ابن ابی الحدید)

صاحب طبقات نے اس کے بعد سعید بن العاص کا قول اس طرح

۱ سورہ بنی اسرائیل / ۶۰۔ اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے

لکھا ہے کہ شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔ رجوع کرو تفاسیر۔

طالب علیہ السلام کی سیرت پر عمل کروں گا۔“

اس مبارک شرعی نص سے واضح ہے کہ امام علیہ السلام کا قیام اور آپ کی شہادت اللہ عز و جل کے دین اور اعتقاد میں اطاعت کے لیے تھی اور آپ کا یہ جہاد اپنے جد اور اپنے والد کی سیرت اور ان کی روشنوں اور سنتوں کو جو کہ اصل میں شریعت اور اس کے اصول تھے، ان کی بقاء اور استحکام کے لیے تھا۔ اُن کے والد کی سیرت اور ان کے جد محمد المصطفیٰ علیہ السلام کی سیرت، یہ دونوں ہی اصل میں خالص شریعت خالص ہیں اور اسی کی تدوین کے لیے امام حسین علیہ السلام نے قیام فرمایا:

یہ عاشورا، یہ محرم، یہ مجالس، یہ اربعین، یہ نوحہ و ماتم، یہ سب سلیمان، یہ نذر و نیاز و طعام جو امام حسین علیہ السلام کے نام پر کئے جاتے ہیں، دراصل مخالفین اس سے پریشان نہیں ہیں بلکہ اصل پریشانی ان کے لیے یہ ہے کہ جب یہ سب نظر آتا ہے تو انھیں بنی امیہ اور مکتب خلفاء کی سازشیں بھی دکھائی دینے لگتی ہیں اور سیرت رسول اللہ علیہ السلام اور سیرت خلفاء آمنے سامنے آ جاتی ہیں۔ خلفاء کی سنت و دین جو سوادِ اعظم کا وظیرہ ہے، اس میں نقص و عیب نظر آنے لگتا ہے اور ان عیوب کو تسلیم کرنے کے بجائے توجیہ کرتے ہیں لیکن کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ اور حسینیت واضح و روشن ہے اور دین و مذہب کے باقی کی ضامن ہے۔

1 خلفاء کی سنت سے مراد وہ بے شمار بدعتیں ہیں جن کا نقل کرنا یہاں ممکن نہیں ہے جیسے تین طلاق، تراویح، متعدد و متعدد تسماء کو حرام قرار دینا وغیرہ۔

ترجمہ دیتے تھے اس لیے ابوسفیان کے تینوں بیٹوں کو مختلف شہروں کی ولایت دے رکھی تھی اور ان کے سامنے مسلمان با سابقہ یا غیر سابقہ اور مرد مومن اور فاسق میں کوئی فرق نہ رکھتے تھے اور اسی لیے وہ بنی ہاشم کو ہر عہدہ سے دور رکھنا چاہتے تھے۔

(لما ذا نہض الامام الحسین علیہ السلام الججز، الثاني، صفحہ ۳۸۷ تا ۳۹۲ (تالیف عبد الصاحب ذو الریاستین الحسینی))

توجه فرمائیں

امام حسین علیہ السلام کے قیام کی علتوں پر جو کچھ گفتگو گذشتہ شماروں میں ہوئی ہے، انہیں گفتگو کے ذیل میں مندرجہ بالا تاریخی حقائق پر غور کیا جائے اور خلفاء ثلثہ اور بنی امیہ کی سازشوں پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں نے سیرت رسول علیہ السلام سے نہ صرف کوسوں دور تھے بلکہ اُسے ختم کرنا چاہتے تھے۔ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام جو پیغمبر علیہ السلام کے جانشین تھے اور ہر اعتبار سے سنت و سیرت رسول کی بقا میں کوشش کرتا تھا۔ انھیں گوشہ نشین کر دیا تھا۔ ان کے قہر و غلبہ نے مسلمانوں کو ناکارہ کر دیا تھا یہاں تک کہ یزید کے دور میں اسلام کی شکل و صورت ہی بدل گئی تھی۔ سیرت پیغمبر اکرم علیہ السلام ختم ہوتی نظر آرہی تھی لہذا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

وَآسِيْرُ بِسِيْرَةِ جَدِّيْ وَآبِي عَلِيْ بْنِ آبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمَا

السَّلَامُ

(شرح نجح المبلغہ / ۹-۱۶۵، ابن ابی الحدید)

”اور میں اپنے جد (رسول اللہ) اور والد علی بن ابی

واقعہ کربلا سے انسانیت کو کیا ملا

بن حفیہ سے بیان فرمایا تھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أُوصَى بِهِ الْحُسَيْنُ
 بْنُ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلَى أَخِيهِ مُحَمَّدِ الْمَعْرُوفِ بِابْنِ
 الْحَافِيَةِ أَنَّ الْحُسَيْنَ يَشْهُدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
 شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ جَاءَ بِالْحَقِّ
 مِنْ عِنْدِ الْحَقِّ وَأَنَّ الْجَنَّةَ وَالثَّارَحَقَ وَأَنَّ السَّاعَةَ
 آتِيَةٌ لِرَبِّ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَنْعِثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ وَأَنِّي
 لَمْ أَخْرُجْ أَشَأْ وَلَا بَطَرْ أَوْ لَا مُفْسِدًا وَلَا ظَالِمًا وَإِنَّا
 خَرَجْنَا لِطَلَبِ الْإِصْلَاحِ فِي أُمَّةٍ جَدِّي (ص) أَرِيدُ أَنْ
 أَمْرُ بِالْعَرْوَفِ وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَسِيرُ بِسَيِّرَةِ
 جَدِّي وَأَبِي عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (ع) فَمَنْ قَبِيلَنِي بِقَبْوِلِ
 الْحَقِّ فَاللَّهُ أَوْلَى بِالْحَقِّ وَمَنْ رَدَ عَلَيْهِ هَذَا أَصْبِرُ حَتَّى
 يُقْضَى اللَّهُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقَوْمِ بِالْحَقِّ وَهُوَ خَيْرُ
 الْحَاكِمِينَ وَهَذِهِ وَصِيَّتِي يَا أَخِي إِلَيْكَ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا
 بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ.

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ یہ وصیت نامہ ہے ”حسین بن علی بن ابی طالب“ کا میرے بھائی محمد کی طرف جو معروف ہے انہیں حفیہ ہیں۔ بدترستی کہ حسین گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبد نہیں سوا اللہ کے جو وحدہ لا شریک ہے اور محمد ﷺ کے رسول ہیں اور بندہ خدا ہیں۔ حق و راستی کہ ہدایت خلق کے لئے مبعوث ہوئے، اور گواہی دیتا ہوں کہ جنت و جہنم حق ہے، اور بیشک قیامت آنے والی ہے اور اللہ سب کو قبر سے اٹھایا گا۔ بہ تحقیق میں نے کسی تکبر، طغیان، فساد برپا

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۶ جب یزید بن معاویہ کی فوج نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب باوفا پر مظالم کی تمام حدود کو پار کر دیا اور ان کے اہل خانہ کو اسیر کر لیا، تو وہ اپنی کامیابی کا گمان کرنے لگے۔ وہ اس خواب غفلت میں مد ہوش ہو گئے کہ انہوں نے منکران بیعت یزید کو شکست دی تھی۔ مگر وہ اس بات کو نہیں سمجھ پائے کہ کس طرح انقلاب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی باطل حکومت کے چہرے سے کفر و نفاق کے نقاب کو والٹ دیا۔ کچھ لوگ جو تبلیغ دین کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں وہ واقعہ کربلا کو ایک سیاسی مسئلہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ کربلا کسی سیاسی جنگ کا نام نہیں ہے جو دنیاوی حکومت حاصل کرنے کے لئے لڑی گئی۔ یزید کا امام حسین علیہ السلام سے کیا مقابلہ۔ کہاں یزید، گناہوں اور بدکاریوں کا ایک مجسمہ، اور کہاں امام حسین علیہ السلام، اپنے نانا کے دین کی پناہگاہ۔ وہ جس کے قبضہ قدرت میں پوری کائنات تھی، وہ بھلا اس شارب المحر سے حکومت کا مطالبہ کرتا؟ ایسا صرف وہی سوچ سکتا ہے جسے حسین علیہ السلام کی معرفت نہیں اور رسول ﷺ سے محبت نہیں یا پھر شاید اس کا انسایت سے کوئی سروکار نہیں۔ انقلاب امام حسین علیہ السلام کو بدون تفہم سیاسی شکل دینا یہ حضرت علیہ السلام کی شان میں جسارت ہے۔ ایسی گستاخیوں کے جواب میں اور اس فکر کو بڑھاوا دینے سے روکنے کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ آیا اس انقلاب سے امام حسین علیہ السلام نے انسانیت پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

مقصد قیام

قیام امام حسین علیہ السلام نے جہاں ایک طرف انسانیت کے ضمیر کو متغیر کر دیا تھا تو دوسری طرف وہ مقصد تھا جسے امام حسین علیہ السلام نے خود مدینہ سے روانہ ہوتے وقت اپنے بھائی جناب محمد

کریں۔ اگر آپ مکہ معظمه میں تشریف رکھیں، عزیز و مکرم رہئے گا۔ اور کوئی مفترض نہ ہو گا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: 'اے بھائی، ڈرتا ہوں کہ یزید مجھ کو کہیں مکہ معظمه میں نہ قتل کروادے۔ لہذا مجھے یہ منظور نہیں کہ حرمت مکہ میرے سبب سے ضائع ہو۔'

(بخار الانوار، ج ۲۲، ص ۳۶۲)

مسجد الحرام جائے امن و امان ہے۔ یہاں کسی کا خون بہانا حرام ہے اور بے حرمتی خانہ کعبہ کا سبب ہے۔ خانہ خدا کی بے حرمتی خود خداوند عالم کی بے حرمتی ہو گی۔ امام علیہ السلام کو یہ قطعاً منظور نہیں تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس عظیم گھر کی شان و شوکت ضائع ہو جائے۔

آج ہر سال لاکھوں کی تعداد میں مسلمان حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمه جاتے ہیں۔ مگر کیا باب احرام پہننے کے بعد متفرق حرام چیزوں سے خود کو محفوظ کرنے والے، حج کے تمام ارکان کو بخوبی انجام دینے والے، کعبہ کا بوسہ لینے اور طواف کعبہ کرنے والے حاجیوں میں کوئی ایسا ہے جو محافظ خانہ خدا کو یاد کرتا ہو؟ عجب نہیں کہ اسی لئے روز عرفہ رحمت خداوندی پہلے کریلا میں موجود حسین علیہ السلام کے چاہنے والوں اور حسین علیہ السلام کی حقیقی معرفت رکھنے والوں پر نازل ہوتی ہے اور پھر میدان عرفہ میں جمع حاجیوں پر۔

انسانی معاشرے کی بیداری

معاویہ اور یزید کے زمانہ میں لوگ انسانی معاشرہ کو سدھارنے کے لئے کوئی عمل انجام دینے سے اس لئے کتراتے تھے کہ ان کو خوف لاحق تھا کہ کہیں انبیاء قربانی نہ دینی پڑے اور ان کے دنیاوی مفادات، جو چند روز کے وظیفے ہوا کرتے تھے، بند نہ ہو جائیں۔ اس وقت کا انسانی معاشرہ ایک شجاعانہ قربانی کا محتاج تھا جو اس معاشرہ میں روح پھونک دے، مقدس اصولوں کی خاطر ایک عظیم قربانی پیش کرے اور ان تمام انقلابی عناصر کے لئے

کرنے یا ظلم کی بنا پر سفر نہیں کیا ہے۔ بلکہ میں اس لئے عازم سفر ہوا ہوں تاکہ اصلاح جد بزرگوار کروں، امر بہ معروف اور نہیں از مکر کروں، اپنے جد بزرگوار اور اپنے پدر عالیٰ مقدار کی سیرت پر عمل کروں۔ جو میرا حکم قبول کریگا، حق تعالیٰ اسے جزاً خیر دیگا اور جو انحراف کریگا، میں صبر کروں گا۔ جب تک کہ خداوند عالم میرے اور اس گروہ کے درمیان بحق و راستی فیصلہ کریگا اور وہ خیر الکائن ہے۔ اے برادر! یہ میری وصیت ہے اور خدا کے علاوہ کوئی توفیق دینے والا نہیں۔ اسی پر توکل اور اسی کی جانب بازگشت ہے۔"

(بخار الانوار، ج ۲۲، ص ۳۲۹)

اس وصیت نامہ سے یہ حقیقت ظهر من الشیس ہے کہ قیام امام حسین علیہ السلام کا مقصد صرف اور صرف اپنے جد بزرگوار سید انبیاء علیہ السلام کے دین کی حفاظت تھی، اپنے بابا سید اوصیاء علی مرتضی علیہ السلام کی راہ پر اقدام کرنا اور اوامر و نواہی کے ذریعہ اخلاق بشری کو مزین کرنا تھا۔ مدینہ سے کرbla اپنے سفر کے دوران سید الشہداء علیہ السلام نے مختلف اوقات و مقامات پر خلق عظیم کے نواسے ہونے کا مظاہرہ بھی کیا۔

حرمت خانہ خدا کی حفاظت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمه سے عراق کے سفر کے لئے کوچ کرنے کا ارادہ کیا اور یہ خبر وحشت محمد حنفیہ تک پہنچی تو آپ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی بارگاہ میں تشریف لائے اور عرض کیا: اے برادر! آپ اہل کوفہ کا مکر و فریب جانتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے پدر بزرگوار اور برادر عالیٰ مقدار کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ سے بھی بد سلوکی نہ

کوہ نے ان کے ساتھ یہ فائی کی ہے اور اگر کوئی واپس جانا چاہتا ہے تو جاسکتا ہے۔ یہ سن کر دنیاوی مفاد کے لئے آنے والے سب چلے گئے اور صرف وہی لوگ رہ گئے جو آپ ﷺ کے ہمراہ شہادت کی اس عظیم منزلت پر فائز ہونا چاہتے تھے۔

(ب) حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا:

الثَّانُ عَيْيُدُ الدُّنْيَا وَ الدِّينُ لَعِقْ عَلَى الْسِّنَتِهِمْ
يَحُوْطُونَهُ مَا دَرَرُتْ مَعَالِيْشُهُمْ فَإِذَا مُحِصُوا بِالْبَلَاءِ
قَلَّ الدَّيَّانُونَ

”لوگ دنیا کے غلام ہیں اور دین صرف ان کی زبان تک محدود ہے۔ جب تک دین کے ساتھ اکامفاد وابستہ ہے وہ اس کے گرد جمع رہتے ہیں اور جب آزمائش کا وقت آتا ہے تو دیندار تھوڑے رہ جاتے ہیں۔“

(بخار الانوار، ج ۲۲، ص ۳۸۲)

اس وقت زہیر ابن قین نے کہا: اے فرزند رسول! ہم نے آپ کا فرمان سن لیا۔ اگر دنیا ہمیشہ باقی رہتی اور ہم اس دنیا میں ابدی زندگی پانے والے ہوتے تو بھی آپ کے ساتھ قیام کرنے کو ترجیح دیتے۔ بریر ابن حضیر نے کہا: اے فرزند رسول! اللہ نے ہم پر یہ احسان کیا ہے کہ ہم کو آپ کی ہمراہی میں لڑنے کی توفیق دی ہے۔ آپ کی راہ میں ہمارے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ پھر شاید آپ کے جد بزرگوار قیامت کے دن ہماری شفاعت کر دیں۔

(اعیان الشیعہ، ج ۳، حصہ اول، ص ۲۲۵، ۲۲۳)

(ج) شب عاشور جب امام حسین علیہ السلام نے چراغ گل کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو آخری موقع دیا کہ وہ واپس لوٹ جائیں تو تمام اقربا اور اصحاب نے آپ علیہ السلام کا ساتھ دینے سے روگردانی نہ کی اور جام شہادت سے سیراب ہونا اختیار

ایک عظیم مشعل راہ ثابت ہو جائے جو شکست کے خوف سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ یہ کارنامہ حسین بن علی علیہ السلام نے انجام دیا۔ واقعہ کربلانے انسان کو اپنی شرافت و مقام بندگی کی دفاع کرنا سکھایا۔ مرسل اعظم ﷺ کے بعد پہلی بار لوگوں کے مردہ ضمیر بیدار ہوئے اور اسلامی معاشرہ پھر سے سانس لینے لگا۔

احساس گناہ

قیام امام حسین علیہ السلام کا ایک اور اثر یہ ہوا کہ ان تمام لوگوں میں، جو اس وقت امام حسین علیہ السلام کی مدد کو پہنچ سکتے تھے اور نہ پہنچ اور ان کی مظلومیت کی آواز کو سن کر لبیک نہ کی، ان میں ایک احساس گناہ پیدا ہو گیا۔ اس احساس گناہ نے لوگوں کے دلوں میں بنی امیہ کے لئے نفرت اور عداوت کے جذبہ کو ظہور پذیر کر دیا۔

انقلاب امام حسین علیہ السلام کے ہم عصر نمونے بھی ہمارے سامنے ہیں جن میں سے ایک رضی بن منقد عبدی ہے۔ جس نے کہا کہ قتل حسین علیہ السلام ایک عار و نگ ہے جس کی مذمت آنے والی نسلیں کریں گی۔ کاش کہ قتل حسین علیہ السلام سے پہلے ہی میں قبر کی مٹی میں دفن ہو چکا ہوتا۔

(الطبری، ج ۵، ص ۲۳۳)

عظیم شخصیتیں

حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب بادفا کے اعلیٰ کردار کی کامل تصویر کشی تو ممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں ہم کو کربلا کا واقعہ اول سے آخر تک پڑھنا چاہئے۔ یہاں صرف ان کے اعلیٰ کردار کی کچھ جھلکیاں قلمبند کر سکتے ہیں۔

(الف) منزل زبالہ، میں مسلم ابن عقیل اور آپ علیہ السلام کے رضاعی بھائی عبد اللہ یقطر کی شہادت کی خبر سن کر آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اہل

(۳) دنیا میں امر بالمعروف اور نبی عن المکر کرنے والے نہ ہوتے اور اگر کوئی یہ راہ اختیار کرنا بھی چاہتا تو معاشرہ اسے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے نہ دیتا۔

(۴) لوگوں میں اپنے نفس پر اعتماد اور اپنی شخصیت پر ایمان بحال نہ رہتا اور وہ اپنی زندگی اور عزت و شرافت کے حقوق سے آگاہ نہ رہتے۔

(۵) کشور کشائی کرنے والی اسلام دشمن طاقتیں اسلامی ممالک کو نابود کر دیتیں اور نہ صرف مسلمان قوموں کی طرف سے کوئی مقابلہ ہوتا بلکہ حاکم و حکوم دنوں ہی نابود ہو جاتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ البتہ حکمران نابود ہوئے اور ان کی باطل حکومتیں بھی مت گئیں مگر انسانیت نہ صرف زندہ رہی بلکہ ڈُٹی رہی اور یہ سب انقلاب کر بلکہ بدولت ہوا۔

(۶) امت مسلمہ اخلاق کے اس عظیم درس سے محروم رہ جاتی جس کی تعلیم حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے دنیا کو دی۔ کربلا انسانیت کے نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی اخلاقیات کا بھی سرچشمہ ہے۔ پھر چاہے وہ دشمن کی فوج کو سیراب کرنا ہو، تلواروں کے درمیان نماز کا قائم کرنا ہو، مکمل طور سے اپنے امام وقت پر دل وجہ قربان کرنا ہو یا دین خدا اور حق کی حفاظت کی خاطر دنیاوی مفاد کو نظر انداز کرنا ہو۔ یہ حسین علیہ السلام کا احسان ہے انسانیت پر۔ اور اسی مناسبت سے جوش ملیح آبادی نے کہا:

کیا صرف مسلمان کے بیمارے ہیں حسین
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

کیا۔ ہر ایک نے اپنے انداز میں اپنی مدد و نصرت کا اعلان کیا۔ سعد بن عبد اللہ نے کہا: قسم بخدا! آپ کو تھا نہیں چھوڑیں گے اور اللہ کو ہم یہ بتا دیں گے کہ ہم نے رسول خدا علیہ السلام اور ان کی آل کی حرمت کی پاسداری کی ہے۔ قسم بخدا! اگر مجھے یقین ہو کہ میں مارا جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا پھر زندہ جلایا جاؤں گا اور پھر میرے جسم کی خاک ہوا میں اڑادی جائیں گے۔ اس طرح میرے ساتھ ستر مرتبہ کیا جائیگا تو بھی میں آپ علیہ السلام سے جدا ہونا گوارا نہیں کروں گا اور آپ علیہ السلام پر اپنی جان نثار کر دوں گا۔ اب جب کہ مجھے ایک مرتبہ ہی مارا جانا ہے تو آپ علیہ السلام کا ساتھ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔

(الطبری، ج ۲، ص ۳۱۸، ۳۱۷)

خلاصہ

ہمیں اس بات کا صحیح اندازہ تو نہیں کہ اگر انقلاب حسین علیہ السلام نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ مگر پھر بھی مافق بالوں کے ذیل میں چند بالوں کا ہم اندازہ لگاسکتے ہیں۔ اگر واقعہ کر بلانہ ہوتا تو:

(۱) مرسل اعظم اللہ علیہ السلام کی امت مگر اہمیوں میں غرق رہتی۔ یہ امام حسین علیہ السلام کا لطف و کرم ہے کہ انسان کو حق و باطل میں تشخیص کرنے کے معیار کا پتہ چلا۔

(۲) دنیا کو اجر رسالت ادا کرنے کا طریقہ نہ ملتا۔ امام حسین علیہ السلام کے بہادر ساتھیوں نے انسانیت کو اجر رسالت ادا کرنے کا ایک عظیم درس دیا ہے۔

(۳) بنی امیہ کی باطل حکومت اب تک قائم رہتی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید مضبوط ہو جاتی۔ حکمران عوام کے کسی بھی انقلاب سے بے خوف ہو کر غفلت میں پڑے رہتے۔ اور عوام بیدار ہونے کے بجائے باطل حکومت کے آگے جھک جاتے۔

اہل بیت نبوی اور کھلے سر نکلے

از علامہ شمر ہلوڑی

باندھ کر سر سے کفن صرف بہتر^{۲۰} نکلے
اور ہم کرتے ہوئے ماتم سروڑ نکلے
مسکراتے ہوئے وہ سب لب کوثر نکلے
کہیں سلمان^{۲۱} کہیں بوذر^{۲۲} کہیں قبر^{۲۳} نکلے
خاک جب چھانی تو جبریل^{۲۴} کے شہپر نکلے
پردے سر کے تو علی^{۲۵} فرش نبی^{۲۶} پر نکلے
پنجتن^{۲۷} پاک کو دیکھا تو برابر نکلے
خیمے سے حضرت عباس^{۲۸} تڑپ کر نکلے
باپ کی گود میں دیکھو علی اصغر^{۲۹} نکلے
اہل بیت نبوی اور کھلے سر نکلے
پاؤں تک جن کے نہ دلہیز کے باہر نکلے
حشر میں اس کے سر خلد کئی گھر نکلے

نصرت حق کے لئے کہنے کو اکثر نکلے
فرد اعمال لئے سب سر محشر نکلے
ڈوبے جو بحرِ مودت میں علی^{۳۰} والے یہاں
جانزہ کوچہ حیدر^{۳۱} کا لیا جب ہم نے
تیغ حیدر^{۳۲} جو چلی گرد کا طوفان اٹھا
شب کا، دیوار کا، چادر کا تھا، تھرا پر دہ
انگلیاں پانچوں برابر نہیں ہوتیں لیکن
العطش کی جو صدائکانوں میں آئی اک بار
آج تاریخ نے خود اپنے کو ذہرا یا ہے
انقلابات زمانہ سے یہ نوبت پہلو نچی
آج پھرتے ہیں سر کوچہ و بازار وہی
ایک گھر پیچ کے جس نے کی عزاداری شاہ

حشر میں واعظِ ناداں کو تحریر تھا شمر^{۳۳}

ہم جو منجملاً ارباب مقدار نکلے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَ الْعَصْمِ (ص) أَدْرُكْنَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

المُنتَظَر مِنَ الْإِسْلَامِ كُورس

- خدا علم حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
- علم حاصل کرنا ہر ایک پروجے کے لئے واجب ہے۔
- اگر ہم علم حاصل نہیں کر رہے ہیں تو واجب کو ترک کر رہے ہیں۔

”المُنتَظَر كَامِنِ إِسْلَامِ“

آپ کے گھر تک دین کی اہم معلومات پہنچا رہا ہے۔ یہ کورس اردو، انگریزی اور ہندی زبان میں ہے۔ یہ مِر اسلامی کورس: عقائد، تاریخ، احکام، اخلاق اور امام زمانہ علیہ السلام کی معرفت جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہے۔ ہر ایک بات مستحکم طریقے سے پیش کی گئی ہے۔ نئی نسل کے لئے یہ کورس نہایت ضروری ہے۔

اگر آپ یا دیگر مومنین اس مِر اسلامی کورس سے استفادہ کرنا

چاہتے ہیں تو اپنانام اور مکمل پتہ ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ ارسال فرمائیں۔ آپ کی خدمت میں اس کورس کا پہلا سبق روایہ کر دیا جائیگا۔ دوسرا سبق پہلے سبق کے جواب آنے پر ارسال کیا جائیگا۔

یہ سلسلہ ۱۸ اسباق کا ہے۔ ہر سبق کے ساتھ ایک خوبصورت استیکر ہدیہ دیا جائیگا۔ کورس مکمل کرنے پر ایک اعزازی سند بھی پیش کی جائیگی۔

اس کے علاوہ، ماہ محرم الحرام اور ماہ شعبان المعظیم میں خصوصی شمارہ بھی ارسال کیا جائیگا۔ آئینے دینی تعلیم سے آرستہ ہو کر اپنے امام کے ظہور کے لئے زمین ہموار کریں۔

اپنانام اور پتہ اس پتہ پر ارسال کریں:

Association of Imam Mahdi (a.s.), P.O. Box No. 19822, Mumbai - 400050

یا آپ اس نمبر پر اپنانام اور پتہ SMS بھی کر سکتے ہیں: 57 Email: course@almuntazar.com 0998 77777

صفحہ نمبر ۳۰ کا باقیہ

مسرت کے ساتھ اپنے بازوں کو جبش دے رہا تھا اسکا اندازہ اہل زمین نہیں لگاسکتے۔ اور کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی وَيُسَبِّهُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمُلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ اور بجلیاں تشیع و تخلیل کرتی ہیں اور ملائکہ اسکے (اللہ کے) خوف سے لرزتے ہیں اور کیا یہ بات قابل غور و فکر نہیں ہے کہ جریئل نے زیر کسا اہل بیت النبوة کو دیکھ کر بڑے استتعاب سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں۔ بار الہا یہ کون ذوات مقدسے ہیں۔ یہاں ایک بات عقل کو روشنی دیتی ہے اور بات واضح کرتی ہے جب انوار پنجتن یکجا ہوئے تو شاید جریئل کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اس لئے کہ یہ انوار مذکورہ کی خلقت مقدم ہے اور جریئل کا معرض وجود میں آنا موخر ہے۔ پھر اہل آسمان میں انبیاء ہیں اوصیاء ہیں صالحین ہیں اخیار و ابرار ہیں۔ خاتون جنت اور ان کی خدمتگزاری پر مامور حوریں اور نیک سیرت وہبی بیاں جن کا ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے۔ جیسے جناب آسمیہ، جناب مریم اور کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا حضرت عیسیٰ ﷺ فلک پر ہیں۔

سوال: اتنی مدت سے ساکنان آسمان دکھ اور غم میں مبتلا ہیں تو زمین پر بھی اور اسکی ساری کائنات پر غم کا سیاہ پردہ پڑا ہوا ہے یہ کب دور ہو گا۔ کب زمین پر بہار آئے گی۔ کب آسمان کے رہنے والوں کے لئے یہ غم مسرت میں بدل جائے گا۔؟ اس قبیل کے اور بہت سے سوال

جواب: جب قائم آل محمد ﷺ کا ظہور ہو گا۔ وہ ربع الانام ہے وہ منتقم خون حسین ہے۔

سوال: منتقم خون حسین کا ظہور کب ہو گا۔ نانا.....

جواب: وہ جلد آئیں گے یادیر میں خدا جانے ابیہ نے بے ساختہ کہا ”عجل علی ظہور ک“

دولوں میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ عمل کے جذبے ابھرتے ہیں اور ان کی راہ پر چلنے کی توفیق ملتی ہے۔ ان کی بتائی تہذیب انسانی کے راستے پر ہمیں گامزنا رکھتی ہے ورنہ جس کے غم سے آہلیان آسمان کے کاندھے جھک رہے ہیں ہماری کیا بساط ہے لہذا غم حسین ﷺ درد ہے گریہ مداوائے درد بھی ہے۔ سوال: لیکن آپ نے سورج اور آسمان کا ذکر فرمایا اس کے تعلق سے کوئی جواب نہیں دیا۔

جواب: سورج آسمان کے تحت ہے اور آسمان کی عظمت بزرگی اور وہ وسعت تقریباً لا متناہی جیسی ہے (جس کا اور چھور انسان کے عقل و خرد سے بیعد ہے) سورج ایک محدود اور چھوٹی شے ہے یعنی سورج ایک گوشہ آسمان میں مقید ہے تو غور کرو آسمان پر اہل آسمان کے لئے جو غم حسین اتنا سخت اور گراں ہے کہ وہ جنچ اٹھے ہیں تو اس غم کا بوجھ اور وزن جب سورج پڑے گا تو کیا عالم ہو گا۔ سورج کی کیا حیثیت ہے جو اسے برداشت کر سکے۔ یہی وجہ تھی روز عاشورہ بعد قتل حسین سورج پر ایسا گہن لگا کہ سہ پھر کی دھوپ رات میں بدل گئی۔ لیکن پھر دن تکلا پھر رات آئی شام غربیاں گذری صبح ہوئی اور قافلہ بیکسوں کا کربلا سے باہر گزرنے لگا۔ یہ اعجاز صبر حسین ہے جو مخلوق خداوندی میں درد پیدا کر سکتا مگر اسے ٹوٹنے نہیں دیتا بلکہ دور بقاء حیات کا ضامن ہو جاتا ہے اسے جلا بخشتا ہے۔ نکھارتا ہے اور جینے کا سلیقه دیتا ہے۔

سوال سچ ہے۔ لیکن ایک بات صاف نہیں ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ساکنان آسمان رنج و غم، خوشی و مسرت، ڈر اور نیم سے مبراہیں۔ جواب: یہ تم نے کس سے سنا ہے۔ تم نے سنا نہیں ہے کہ فطرس فرشتہ کو جب بال و پر مل گئے تو کس خوشی اور کس

راقم الحروف آسمانوں پر غم کی کچھ جھلکیاں سپرد قلم کرنا چاہتا تھا کہ امام مظلوم کی شہادت کا المناک حادثہ سلسلہ وار کچھ اس طرح ذہن میں اترنے لگا کہ دل کی رگیں گویاٹوٹنے لگیں اور اس طرح دل بھر آیا کہ بے ساختہ چشم ہائے گریاں سے اشکباری شروع ہو گئی۔ میں نے قلم رکھ دیا اور تادیر روتا رہا۔ سامنے میری نواسی ابیہ فاطمہ بیٹھی ہوئی تھی وہ اوٹ پٹانگ سوال مجھ سے اکثر کرتی اور میں اسے جواب دینے میں سکون محسوس کرتا۔ اس روز جب میں اپنے منہ پر پانی کی چھیٹیں مار کر اپنی نشت پر آبیٹھا تو وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور اس نے مجھ سے کچھ سوال کئے جو کامیں نے حسب مقدور جواب دیا اور پھر کچھ وفہ کے بعد میرا دل کہنے لگا کہ اسے اس لئے قلمبند کر دوں کہ یہی میرے اس مضمون کے لکھنے کا عندیہ اور مرکزی خیال تھا۔

سوال: نانا آپ یکاکی بیٹھے بیٹھے بے ساختہ کیوں گریے کرنے لگے؟

جواب: میں روایا میں نے گریہ کیا یہ میری محبت کے وہ تقاضے ہیں جو پورا ہو کر رہتے ہیں۔

سوال: لیکن اس وقت اس کا کیا محل تھا کہ آپ لکھتے لکھتے بے قرار ہو کر رونے لگے۔

جواب: میں نے زیارت عاشورہ کے اس جملہ پر جب اپنی فکر اور جذبے اور حس کو تکان دی جہاں معصوم نے ہمیں تعلیم بھی دی ہے اور معصوم امام اسے اپنی زبان سے دھراتا ہے تو جیسے کلیجے میں ایک درار ساپڑ جاتا ہے جو صرف گریہ کرنے سے بھر جاتا ہے۔ اور وہ جملہ یہ ہے کہ یا ابا عبد اللہ آپ کی مصیبت آسمانوں پر اہل آسمان کے لئے بہت سخت اور گراں ہے۔

سوال: اس جملہ میں وہ کون سادر دست گیا ہے جس نے آپ کو بے چین کر دیا۔

جواب: بیٹھا یہ سورج آسمان کے نیچے چمک رہا ہے یا آسمان کے اوپر جس کے سات بالائی حصے ہیں۔

سوال: نانا آپ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں یہ سورج آسمان تلے مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔ تمام دنیا جل کر راکھ ہو جائے دنیا خلماں کہاں چلی جائے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس کے جاذبہ اور دافعہ کی قوت سے یہ اپنے مستقر پر قائم ہے اور اس کے نظام سے ہر مخلوق خدا زندہ ہے۔ موسم بدلتے ہیں زمین میں روئیدگی پائی جاتی ہے۔

جواب: ارے تم تو میرے ایک چھوٹے سے جواب میں معلوم نہیں کتنی باتیں مجھے سمجھادی ہیں۔ ایسا لگتا ہے میں طالب علم اور تم معلم ہو۔

غور کرو وہ سورج جو آسمان کے تحت میں ہے۔ جب اہل آسمان ایسے غزدہ ہوتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت ان پر گراں گذرتی ہے سخت ہے تو سوائے رحمت خدا کے رحمت للعالمین کے نواسے کے کرم کے وہ کون سی ایسی شہ ہے جو اس غم کے بوجہ اور وزن سے زیر آسمان سورج کے سارے نظام کو درہم برہم کرنے سے روکے ہوئے ہے۔

سوال: میں سمجھ گئی اگر ہم اپنے آقا حسین علیہ السلام کے رحم و کرم، وجود سماکی بے شمار برکتوں کا صرف اس سے اندازہ لگاسکتے ہیں کہ آقا حسین علیہ السلام پر کتنا بڑا احسان کر گئے ہیں ہماری آنکھوں کو اپنے غم میں رونے کا وہ مدد اور درد جگردے گئے ہیں جس سے ہمارے